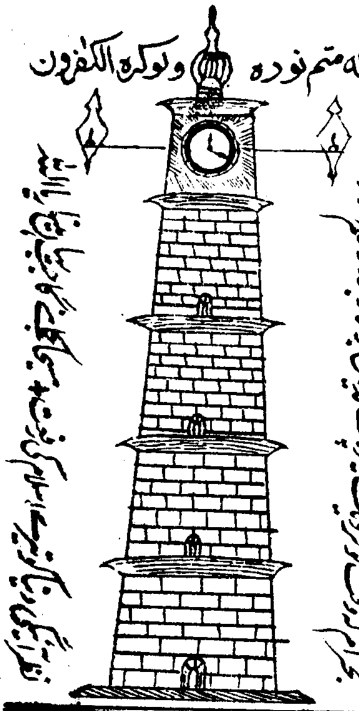
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
رجسٹرڈ ایل ۷۷
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ
انہ اٰوی القریۃ



الحکم

دارالامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۱۳ | ۱۱ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۰- اپریل سنہ ۱۹۰۳ء روز جمعہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب حضرت صاحبزادہ بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ بیگم کی آمین ہوئی اسوقت جیساکہ حضرت حجۃ اللہ کا معمول ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعام وعطایا پر شکریہ کے طور پر صدقات دیتے ہیں آپ نے شکریہ کے طور پر ایک دعوت دی اسپر حضرت نواب صاحب قبلہ نے ایک سوال کیا کہ حضور یہ آمین جو ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھہ فرمایا وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

فرمایا

جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیتی اور تقویٰ کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھکر سوچا جاوے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے۔ میں اسکو آپ کی صفائی قلب اور نیک نیتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھہ میں نہ آئے اس کو پوچھہ لیتے ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اسکو نکالتے نہیں اور پوچھتے نہیں جس سے وہ اندر ہی اندر نشوونما پاتا رہتا ہے اور پھر اپنے شکوک اور شبہات کے انڈے بچے دیدیتا ہے اور روح کو تباہ کر دیتا ہے۔ ایسی کمزوری نفاق تک پہنچا دیتی ہے کہ جب کوئی امر سمجھہ میں نہ آوے تو اسے پوچھا نہ جاوے اور خود ہی ایک رائے قایم کر لی جاوے۔ میں اس کو داخل ادب نہیں کرتا کہ انسان اپنی روح کو ہلاک کر لے ہاں یہ سچ ہے کہ ذرا ذراسی بات پر سوال کرنا بھی مناسب نہیں۔ اس سے منع فرمایا گیا ہے لا تسئلوا عن اشیاء الخ اور ایسا ہی اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ آدمی جاسوسی کرکے دوسروں کی برائیوں کو نکالتا ہے یہ دونوں طریق برے ہیں لیکن اگر کوئی امر اہم دل میں کھٹکے تو اسے ضرور پیش کرکے پوچھہ لینا چاہیئے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص خراب غذا کھالے اور وہ پیٹ میں جاکر خرابی پیدا کرے اور اس سے جی متلانے لگے تو چاہیے کہ فوراً قے کرکے اسکو نکال دیا جاوے لیکن اگر وہ اسکو نکالتا نہیں تو پھر وہ آلات ہضم میں فتور پیدا کرکے صحت کو بگاڑ دیگی۔ جیسے ایسی غذا کو فوراً نکالنا چاہیئے جو بات دل میں کھٹکے اسے جلد باہر نکال دو۔ غرض میں اسکو آپ کی سعادت کی نشانی سمجھتا ہوں کہ آپ جو بات سمجھہ میں نہ آوے اسے پوچھہ لیتے ہیں اور اسکو اعتراض بن جانے کا موقع نہیں دیتے۔

بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے انما الاعمال بالنیات اعمال نیت ہی پر منحصر ہیں۔ صحت نیت کے ساتھہ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جاکر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ وہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتل عمد مستلزم السزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے پس اگر نیک نیتی کے ساتھہ محض خدا کیلئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیا داروں کی نظر میں وہ کچھہ ہی ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ یاد رکھو کہ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اما بنعمت ربک فحدث پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہیئے۔ اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اور اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنے نہیں ہیں کہ انسان فقط زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیے مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے اور اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے۔ دھوکہ دیتا ہے اور دھوکا میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا آپ کو جو ملتا تھا [illegible] کرتے تھے جو کپڑا پیش کیا جاتا [illegible] تھے لیکن آپ کے بعد بعض لوگوں نے [illegible] تو منع دیکھو کہ [illegible] نیت کی جز ولازمی [illegible] بعض درویشوں کو [illegible] گوشت میں خاک ڈال کر [illegible] ایک درویش [illegible] پاس کوئی شخص گیا۔ اسنے

کیا آپ نے ابھی تک تفسیر القرآن [illegible]

کہاکہ اس کو کھانا کھلادو اس شخص نے اصرار کیا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤنگا۔ آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اسکے لئے نیم گوگے طیار کرکے آگے رکھے گئے۔ اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے باکمال ہونے کا یقین دلائیں۔ مگر اسلام ایسی باتوں کو کمال میں داخل نہیں کرتا۔ اسلام کا کمال تو تقوی ہے کہ جس سے ولایت ملتی ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے کیونکہ اسلام کی تعلیم کے منشاء کے خلاف ہے۔ قرآن شریف تو کلوا من الطیبات کی تعلیم دے۔ اور یہ لوگ طیب عمدہ چیزوں میں خاک ڈال کر غیر طیب بنادیں اس قسم کے مذاہب اسلام کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافہ کرتے ہیں انکو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ میں اسکو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **اسوہ حسنہ** ہیں ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہانتک ممکن ہو آپ کے نقش قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

اسی طرح پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادہ مستقیم سے بہک گئے ہیں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ **عاشروھن بالمعروف**۔ مگر اب اسکے خلاف عمل ہو رہا ہے۔

دو قسم کے لوگ اسکے متعلق بھی پائے جاتے ہیں ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے کہ دین کا کوئی اثر ہی اُن پر نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی اُن سے نہیں پوچھتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا مگر اُس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ اُن میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ اور کنیزک اور بہائم سے بھی بدتر ان سے سلوک ہوتا ہے۔ مارتے ہیں تو ایسے بیدرد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں۔ غرض بہت ہی بری طرح سلوک کرتے ہیں۔ یہانتک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے میرے نزدیک وہ شخص **بزدل اور نامرد** ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اسوقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔ اپنے سودے خود خرید لایا کرتے تھے ایک بار آپ نے کچھ خریدنا تھا ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھے دیدیں آپ نے فرمایا کہ جسکی چیز ہو اسکو ہی اٹھانی چاہئے۔ اس سے یہ نہیں نکالنا چاہئے کہ آپ لکڑیوں کا گٹھا بھی اٹھا کر لایا کرتے تھے۔ غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ آپ کی سادگی اور اعلیٰ درجہ کی بے تکلفی کا پتہ لگتا ہے۔ آپ پاپیادہ بھی چلا کرتے تھے اسوقت یہ کوئی تمیز نہ ہوتی تھی کہ کوئی آگے ہو یا پیچھے جیسا کہ آجکل دنیادار لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ کوئی آگے نہ ہونے پائے۔ یہانتک سادگی تھی کہ بعض اوقات لوگ تمیز نہیں کرسکتے تھے کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی سفید تھی لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جب حضرت ابوبکر نے اٹھ کر کوئی خادمانہ کام کیا اور اسطرح پر سمجھا دیا کہ آپ پیغمبر ہیں تب معلوم ہوا۔ (ایڈیٹر) حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادگی بعینہ اسی قسم کی ہے۔ آپ سیر کو نکلتے ہیں تو کوئی تمیز نہیں ہوتی کہ کوئی آگے نہ بڑھے بلکہ بسا اوقات جلیل القدر اصحاب کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ خاک اڑتی ہے اور حضرت اقدس پیچھے ہیں مگر حضرت حجۃ اللہ نے کبھی اس قسم کا خیال بھی نہیں فرمایا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیچھے سے لوگ چلے آتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کو ٹھوکر لگ گئی ہے یا جوتی نکل گئی ہے یا چھڑی گر گئی ہے مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا کہ آپ نے کوئی ملال ظاہر کیا ہو۔ یا کسی خاص وضع کو پسند کیا ہو۔ مسجد میں بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ آپ صحابہ کے زمرہ میں بیٹھے ہیں اور کوئی اجنبی آیا ہے تو اُس نے بڑھ کر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب یا حضرت حکیم الامۃ سے اول مصافحہ کیا اور حضرت مسیح آپ کو سمجھا تو ان بزرگوں نے زبان سے بتایا کہ حضرت صاحب یہ ہیں۔ غرض شان محمدی کا سارا نمونہ آپ میں نظر آتا ہے جسکو شک ہو وہ یہاں آکر دیکھ لے) بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں۔ اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انکا تماشہ دکھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ حبشی اُن کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

غرض جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے تو اسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے لیکن بعض احمق کور باطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تدبر تو کرتے نہیں اور اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور آریوں کا ہے۔

غرض اسوقت لوگوں نے سنت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور انکو ایک خطرناک دھوکا لگا ہوا ہے وہ سنت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کرسکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کرلی ہیں اور انکو اپنی زندگی کے لئے کافی رہنما سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ انکو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں جب آدمی سنت اور بدعت میں تمیز کرلے اور سنت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سنت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور بین ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے دکھا دیا ہے۔ آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اُس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے جہاں انسان واضح طور پر قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کیوجہ سے کوئی بات نہ پاسکے تو اُسکو اجتہاد سے کام لینا چاہئے۔ مثلاً شادیوں میں جو بھاجی دیجاتی ہے۔ اگر اُسکی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں کو بھی اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریاکاری اور تکبر کیلئے ہوگی اسلئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ **اما بنعمۃ ربک فحدث** کا عملی اظہار کرے اور **مما رزقناھم ینفقون** پر عمل کرنیکے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنیکے لئے دے تو یہ حرام نہیں پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اسمیں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدار نیت پر ہے۔ نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو وہ ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک بزرگ نے دعوت کی اور اُس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا کہ اسقدر اسراف نہیں چاہئے۔ اس نے کہا کہ جو چراغ میں نے ریاکاری سے کیا ہے اسے بجھا دو۔ کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اسکو کرتے ہیں ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق نیتوں کے اختلاف سے پیدا ہوجاتا ہے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا اترا اترا کر چلتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں **معیوب** ہے مگر اسوقت **محبوب** ہے کیونکہ اس سے اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہو۔ پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملینگی جن سے آخرکار جاکر یہ ثابت ہوتا ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح پر میں ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اُس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے۔ اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لاانتہا فضل اور انعام ہیں انکی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس **آمین** کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک **نشان** ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اسوقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھدوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اسطرح پر تبلیغ کردوں۔ باقی آئندہ

ملفوظاتِ احمدیہ

لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات - دعا - اور خیرات سے رد بلا ہوتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان زندہ ہی مرجاتا۔ مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی امید اسکے لئے تسلی بخش نہ ہوتی مگر نہیں اسی نے لا یخلف المیعاد فرمایا ہے لا یخلف الوعید نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کے وعید معلق ہوتے ہیں جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں اسکی بڑی انتہا نظیریں موجود ہیں - اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فطرت ہیں مصیبت اور بلا کے وقت دعا اور صدقات کی [illegible] کا جوش ہی نہ ہوتا۔

جسقدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی - اگر خدا تعالیٰ تقدیر کے محو اثبات پر قادر نہیں تو پھر یہ ساری تعلیم فضول ٹھہر جاتی ہے اور پھر ماننا پڑے گا کہ دعا کچھ نہیں - اور ایسا کہنا ایک عظیم الشان صداقت کا خون کرنا ہے

اسلام کی صداقت اور حقیقت دعا ہی کے نکتہ کے نیچے مخفی ہے کیونکہ اگر دعا نہیں تو نماز بے فائدہ زکوٰۃ بے سود اور اسی طرح سب اعمال معاذ اللہ لغو ٹھہرتے ہیں۔

ہمارے مخالف ہر طرف سے کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں - ہر قسم کی تدبیریں اور منصوبے کرتے ہیں مگر ان کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ پہلے ہی ہمکو تسلی دے چکا ہے مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ خدا کے ساتھ لڑ کر کبھی کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ انکا بھروسہ اپنی تدابیر اور حیل پر ہے اور ہمارا خدا پر۔

کوئی مشکل مشکل اور کوئی مصیبت مصیبت رہ سکتی ہی نہیں اگر کوئی شخص استقامت اور صبر اپنا شیوہ کرلے اور خدا تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے - خدا داری چہ غم داری -

نشانات جو ظاہر ہوتے ہیں یہ اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں جیسے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے - ایک رات تک تو ماں خیال کرتی ہے کہ میں مرجاؤنگی اور وہ دردِ زہ کی تکلیف سے قریب المرگ ہو جاتی ہے اسی طرح پر نبیوں کے نشان بھی مصیبت کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔

نشان کی جڑ دعا ہی ہوتی ہے یہ اسم اعظم ہے اور دنیا کا تختہ پلٹ سکتی ہے - دعا مومن کا ہتیار ہے - اور ضرور ہے کہ پہلے ابتہال اور اضطراب کی حالت پیدا ہو۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

جب تک انسان عقاید صحیحہ رکھنے والا نہیں ہوتا وہ کوئی نیکی نہیں کر سکتا - اور عقاید صحیحہ کی اصل اول اللہ تعالیٰ کو جمیع صفات کاملہ سے موصوف ماننا ہے شرک سے جہالت پیدا ہوتی ہے اور انسان علوم حقہ سے محروم رہ جاتا ہے [illegible] اچھی ہو جاتی [illegible] پر شرک سے جہالت [illegible] علوم حقہ گھٹ جاتے ہیں اور جب جہالت پیدا ہونے لگتی ہے اور وہم پرستی [illegible] تو وحدت [illegible] جاتی ہے تو ساری [illegible] کے لئے [illegible]

ایک بار [illegible] حضرت اقدس مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا [illegible] سوال [illegible] اور وہ سوال [illegible] ہوتا ہے اسوقت [illegible] اعتراضوں کو [illegible] اظہار کر دیا جاوے [illegible] جواب دیا جاوے - فرمایا [illegible] اسکا علاج پوچھا تو فرمایا کہ اس سوال [illegible] آمد و رفت کی جگہ پر [illegible] حل ہو جاویگا ایک [illegible] مشکل سے مشکل [illegible] کاغذ پر لکھ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] واضح کر دیتا۔

حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible] من الظلمین ہے شیطان اور آدم [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ ظلمت [illegible] عورتیں الٰہی [illegible] وہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ شیطان کا مظہر نہ بنو - شہید بھی ظاہر ہوتے ہیں گویا اس درجہ تک پہنچ جاؤ کہ شہید ہو سکو۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت سے ایک ست رخصت ہونے کو [illegible] آپ نے اسکو رخصت کرتے وقت فرمایا انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گدا ہو جاوے جیسے وہ مانگتا ہی رہتا ہے اور ٹلتا نہیں اسی طرح پر جب انسان آستانہ الوہیت پر صبر اور استقلال کے ساتھ بیٹھ جاوے تو میرا اعتقاد ہے کہ وہ جو چاہے لے سکتا ہے - یہاں تک کہ قلم دوات بھی سونے کی بنا سکتا ہے - نمازوں میں ستا موقع دعا کے ہیں ان میں دعائیں کرے - ح

کلام الامام امام الکلام

اسلام کی موجودہ حالت پر

بیکسی شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
ایں خداوندان نعمت ایں چنیں غفلت چرا است
بیخود از خواب اند یا خود بخت دین بیدار نیست
اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حال دین
آنچہ مے بینیم بلا ہا حاجت اظہار نیست
آتش افتادہ است در دین بجز ید آیاں
دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست
ہر زماں از بہر این در خون دل غلطے شود
محرم ایں درد با جز عالم اسرار نیست
آنچہ بر ماں سے رود از غم کہ داند جز خدا
زہر ہمے نوشیم لیکن زہرہ گفتار نیست
ہر کسے غمخواری اہل و اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسی را ہیچ کس غمخوار نیست
خون دین بینم رواں چوں کشتگان کربلا
[illegible] این مرداں را مہر آں دلدار نیست
[illegible] شان در کار نفس
[illegible] جود و سخاوت در رہ دادار نیست
اے [illegible] مقدر [illegible] تا ئید آید دیں
[illegible]
بس کہ چوں [illegible] نقصاں
آنکہ مثل او بزیر گنبد دوار نیست
اندریں وقت مصیبت چارہ ما بیکساں
جز دعا بامداد و گریہ اسحار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دل تاریک را
آنکہ او را فکر دین احمد مختار نیست
اے برادر پنج روز ایام عشرت با بود
دایما عیش و بہار گلشن و گلزار نیست

سکھ اور دکھ دونوں یوں تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتے ہیں مگر دکھ اپنی کرتوتوں ہی کے بدلے میں آتا ہے اور سکھ فضل سے ہی آتا ہے۔

عادت اللہ اسطرح جاری ہے کہ جب کوئی مامور یا مصلح آتا ہے تو اکثر مشکلات ایک تماشا سی ہو جاتی ہے مگر نہیں کچھ نیک بد ملے ہوتے ہیں اس لئے امتیاز کیلئے مصائب اور مشکلات بھیج دیتا ہے

مختصر نوٹ اور نکات

بس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا فانی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو انسانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بے باکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ پس تم اپنے تئیں اس سے بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو۔ جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی بیعت سے اصل غرض جبکہ حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننا ہی ہے تو پھر شرائط بیعت جو متقی اور مسلمان ہونے کی ہدایت کرتے ہیں۔ بیعت کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہ ایک وہم ہے جو قلتِ تدبر سے ناشی ہوتا ہے بات اصل یہ ہے کہ بیعت اس غرض سے ہوتی ہے کہ تا وہ تقویٰ اور اسلام جو ابتدائی حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کیجاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور بہ برکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جاوے اور اس کا جزو بن جاوے۔ اور وہ مشکواتی نور دل میں پیدا ہو جاوے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جسکو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس کہتے ہیں جس کے پیدا ہونیکے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ایسی بری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں بری اور مکروہ ہوتی ہے اور نہ صرف خلق خدا سے انقطاع میسر آتا ہے۔ بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر ایک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے سو اس نور کے پیدا ہونے کیلئے ابتدائی اتقا جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے ھدی للمتقین۔ یہ نہیں فرمایا کہ ھدی للفاسقین یا ھدی للکافرین ابتدائی تقویٰ جسکے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آتا ہے۔ وہ ایک فطرتی حصہ ہے جو کہ سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولیٰ اسکی مربی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے۔ مگر وہ اندرونی نور جسکو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثم انشانا ہ خلقا آخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔

اسوقت تمام روئے زمین پر مذہبی دنیا میں ایک ہل چل مچی ہوئی ہے ہر مذہب کے پیرو اپنے مذہب کے بقاء و قیام کی طرف خاص طور پر متوجہ ہیں اور باوجودیکہ مذہب کی طرف سے اسوقت سخت غفلت اور لاپرواہی پھیلی ہوئی تھی مگر اب خارق عادت طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہو رہی ہے یہ تمام اشیا اس بات کی علامت خاص ہیں کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ روح القدس کی تحریک کے بغیر یہ حرکت پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس جو لوگ مذہبی دنیا کی موجودہ حالت پر نظر کرتے ہیں ان کو بالاتفاق ماننا پڑیگا کہ یہ زمانہ کسی آسمانی مصلح کے نزول کا زمانہ ہے اور ہم یقین اور بصیرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ مصلح آ گیا اس کے ساتھ خدا کے فرشتوں کا نزول ہوا ہے جنہوں نے یہ حرکت پیدا کی ہے وہ مصلح کون ہے؟ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

جب کوئی مصلح آتا ہے تو یہ سچی بات ہے کہ چونکہ اس کے ساتھ ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے دلوں میں مذہب کی طرف اور سچائی کے لئے ایک تحریک پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہ حرکت حسب استعداد و طبائع دو قسم کی ہوتی ہے ایک حرکت تامہ اور دوسری حرکت ناقصہ۔ حرکت تامہ وہ حرکت ہے جو روح میں صفائی اور سادگی بخش کر اور عقل اور فہم کو کافی طور پر تیز کر کے راستی کی طرف لے جاتی ہے اور حرکت ناقصہ وہ ہے جو روح القدس کی تحریک سے عقل اور فہم تو کسی قدر تیز ہو جاتا ہے۔ مگر بباعث عدم سلامت استعداد کے وہ عقل و فہم راستی کی طرف نہیں جا سکتا۔ بلکہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ یعنے عقل اور فہم کے جنبش میں آنے سے پچھلی حالت اس شخص کی پہلی حالت سے بدتر ہو جاتی ہے۔

اس عالم کا نام دانشمندوں نے عالم اسباب اس بنا پر رکھا ہے کہ اس میں ہر ایک واقعہ خاص خاص اسباب کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے اب ہر ایک واقعہ کے مختلف اسباب بے شک ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہمیں ان اسباب کا علم نہ ہو۔ لیکن بلا اسباب کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آتا۔ اسلام ان اسباب کو بیان کرتا ہے جو اپنے نتائج مفید اور صحت بخش رکھتے ہیں مثلاً حکم دیتا ہے یحل لہم الطیبات یعنے ان کے واسطے تمام پاک اشیاء اور ہر طرح سے بہتر اور پسندیدہ چیزیں حلال کرتا ہے ویحرم علیہم الخبائث یعنی اون پر تمام ناپاک اشیاء حرام کرتا ہے۔

طیبات سے مراد وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں جو بذات خود پاکیزہ اور خوش گوار ہوتی ہیں اور اپنے نتائج بھی مفید اور صحت بخش ظاہر کرتے ہیں۔ برعکس اس کے خبائث وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں جو بذات خود بغیر خیر اور انکے نتائج بھی پر ضرر اور قبیح ہوتے ہیں۔ پس حکم ہے کہ طیبات کو اختیار کرو۔ اور خبائث سے بچو۔

حلال محنت اور مزدوری سنت انبیاء علیہم السلام ہے اسکو عار سمجھنا انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا ہے۔ جو شخص اللہ اور اسکے رسولوں کی توہین کرتا ہے وہ ضرور رسوا کیا جاتا ہے۔ مگر نصیحت مومن کیلئے مفید ہوتی ہے اور غیر مومن کے لئے مضر مسلمانوں کی خستہ حالی اور تباہ کاری کی تہ میں یہ راز بھی ہے کہ وہ محنت و مشقت سے جی چراتے اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ۔ مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

ظالموں کا جلد تر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی نسلیں جلد تر منقطع ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا ہے۔ لا تزید الظالمین الا خسارا اس حکم الہی کی تعمیل کے لئے ظاہری اسباب ہی پیدا ہو جاتے ہیں جب حرام کی کمائی اور فضول مال آنے لگتا ہے تو اسکو شوق شراب خواری۔ عیاشی۔ بدکاری ہی بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنے نتائج ساتھ لا کر خاتمہ کر دیتے ہیں۔

جو شخص قرآن کریم سے غافل ہوتا ہے۔ وہ پنجہ شیطان میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ شیطانی وساوس اور تسلط سے بچانیوالا یہی ایک نسخہ اور تعویذ ہے اس کی تصدیق قرآن شریف سے ہی ہوتی ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین یعنے جو شخص ذکر الرحمٰن سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہم شیطان کو اسپر غالب کر دیتے ہیں۔ تب وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے جسکے سمجھنے کے لئے ہم نے تفسیر القرآن کی ماہوار اشاعت کا التزام کیا ہے

قرب الٰہی کے مراتب ثلاثہ

قرب الٰہی کے مراتب ثلاثہ کی تفصیل معلوم کرنے کیواسطے تمثیل کی تشبیہ سے کام لینا پڑتا ہے **اول قسم** قرب کی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ یعنے مومن جنکو دوسرے لفظوں میں بندہ فرمانبردار کہہ سکتے ہیں سب چیز سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے ایک نوکر باخلاص و باصفاء و باوفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعامات متکاثرہ و کمالات ذاتیہ اپنے آقا کی اسقدر محبت و اخلاص و یکرنگی میں ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت کے جو اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق ہو جاتا ہے اور اس کی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے۔ جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہوتا ہے اسی طرح بندۂ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنے وہ بھی اپنے خلوص اور صدق و صفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلی محو و فنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں ملجاتا ہے

آنجا کہ محبتے نمک میریزد + ہر پردہ کہ بود از میاں برخیزد
این نفس دنے کہ صد ہزارش دہن است + خاموش شود چو عشق شور انگیزد
چوں رنگ خودی رود کسے را ازخویش + یارش زکرم برنگ خویش آمیزد

سو ایسا خادم جو ہمرنگ اور ہم طبیعت مخدوم ہو رہا ہے طبعی طور پر ان سب باتوں سے متنفر ہو جاتا ہے جو اس کے مخدوم کو بُری معلوم ہوتی ہیں وہ نافرمانی کو اسی جہت سے نہیں چھوڑتا کہ اس پر سزا مترتب ہوگی اور تعمیل حکم اس وجہ سے نہیں کرتا کہ اس کو انعام ملے گا اور کوئی قول یا فعل اسکا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہیں ہوتا بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کی وجہ سے جو اسکی طبیعت میں رچ گئی ہے صادر ہوتا ہے۔ اور بے اختیار اسی کی طرف اور اسکی مرضیات کی طرف کھنچا جاتا ہے وہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال کا پھیرنا خواہ نخواہ واجب نہیں جانتا اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اسکو لابدًا ضروری ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے نکرنگ دل سے فتویٰ پوچھتا ہے جو اس وقت خاص میں اس کے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے؟ اور اس بات کے لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے کہ کس طریق کے اختیار کرنے میں زیادہ تر خیر ہے جو موجب خوشنودی حضرت باری تعالیٰ جل شانہ ہو آیا عفو میں یا انتقام میں سو جو عمل موجودہ حالت کے لحاظ سے قرین الصواب ہو اسیکو بروئے کار لاتا ہے اسی طرح اسکی بخشش اور عطا بھی سخاوت جبلہ کے تقاضا سے نہیں ہوتی بلکہ اطاعت کامل کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ میں خوب سوچ لیتا ہے۔ کہ کیا اسوقت اسکی سخاوت یا ایسے شخص پر احسان و مروت مقرون بمرضی مولیٰ ہو سکتی ہے اور اگر نامناسب دیکھتا ہے تو ایک حبہ خرچ نہیں کرتا اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ غرض احمقانہ تقلید سے وہ کوئی کام بھی نہیں کرتا بلکہ سچی اور کامل محبت کیوجہ سے اپنے آقا کا مزاجدان ہو جاتا ہے۔ اور یکرنگی اور اتحاد کی روشنی جو اس کے دل میں ہے وہ ایک تازہ طور پر اسکو سمجھا دیتی ہے جو اس خاص وقت میں کیونکر اور کس طرز سے کوئی کام کرنا چاہیے جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے موافق ہو اور چونکہ اسکو اپنے منعم حقیقی سے [illegible] ذاتی پیدا ہو جاتا ہے اسلئے اطاعت اور فرمانبرداری [illegible] کوئی آزار رساں بوجھ نہیں ہوتا بلکہ وہ فرمانبرداری اس کیلئے ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے جو بالطبع مرغوب اور بلا تکلف و تصنع اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اور جیسے اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اس کے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت و سیرت اسکی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے کہ جیسے خود اسکو پیاری ہے سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنکے سینہ محبت غیر سے بالکل منزہ و صاف ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈنے کیلئے ہر وقت جان قربان کرنے کو طیار رہتے ہیں ؎

سینہ مے باید تہی از غیر یار + دل ہمی باید پر از یاد نگار
جاں ہمے باید براہ او فدا + سر ہمے باید بپائے او نثار
ہیچ میدانی چیست دین عاشقاں + گویمت گر بشنوی عشاق وار
از ہمہ عالم فرو بستن نظر + لوح دل شستن ز غیر دوستدار

قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کے تشبہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا یعنے اپنے اللہ جلشانہ کو ایسی دلی جوش اور محبت سے یاد کرو جیسا کہ باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ مخدوم اسوقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ شدت واقعہ ہو جاتی ہے اور محبت جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفا ہوتی ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑ میں اسطرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اسکی جزو ہے تب جسقدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اسکی جزو ہو جاتا ہے کہ تکلفی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اسکو بھی ہر وقت باطنی طور پر اس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے اور جیسے بیٹا اپنے باپ کا حلیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اسکی رفتار اور کردار اور خو اور بو بصفائی تمام اس میں پائی جاتی ہے۔ علی ہذا القیاس یہی حال اس میں ہوتا ہے اور اس درجہ اور قرب اول کے درجہ میں فرق یہ ہے کہ قرب اول کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبہ رکھتا ہے وہ بھی اگرچہ اپنے کمال کے رو سے اس درجہ ثانیہ سے نہایت مشابہت رکھتا ہے لیکن یہ درجہ اپنی صفائی کی وجہ سے تعلق مادر زاد کے قائم مقام ہو گیا ہے اور جیسا باعتبار نفس انسانیت کے دو انسان مساوی ہوتے ہیں لیکن بلحاظ شدت و ضعف خواص انسانی کے ظہور آثار میں متفاوت واقعہ ہوتے ہیں ایسا ہی ان دونوں درجوں میں تفاوت درمیانی ہے غرض اس درجہ میں محبت کمال لطافت تک پہنچ جاتی ہے اور مناسب اور مشابہت بالی بالی میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ اگرچہ ایک شخص کمال عشق کی حالت میں اپنے معشوق سے ہمرنگ ہو جاتا ہے مگر وہ شخص اپنے باپ سے جس سے وہ نکلا ہے مشابہت رکھتا ہے اسکی مشابہت اور ہی آب و تاب رکھتی ہے۔

تیسری قسم کا قرب ایک شخص کی صورت اور اس کے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنے جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اسکی مع اپنے تمام نقوش کے جو اسمیں موجود ہیں عکسی طور پر اس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اس قسم ثالث قرب میں تمام صفات اللہ صاحب قرب کے وجود میں تمامتر صفائی منعکس ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انعکاس ہر ایک قسم کے تشبہ سے جو پہلے اس سے بیان کیا گیا ہے اتم و اکمل ہے کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف میں اپنا منہ دیکھکر اس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے وہ مطابقت و مشابہت اس کی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی تکلف یا حیلہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہوبہو مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ **مرتبہ کس کے لئے میسر ہے؟ اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟** اس کا جواب ہم انشاء اللہ العزیز الحکم کی اگلی اشاعت میں دیں گے۔

حقیقۃ البیعۃ

کچھ عرصہ سے حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوات والسلام کا قریبًا معمول ہو گیا ہے کہ جب لوگ بیعت کرتے ہیں تو اُن کو آپ تبلیغ فرماتے ہیں ۳-۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں چند آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی + بعد بیعت آپ کھڑے ہوئے اور مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ایڈیٹر۔

بہت لوگ بیعت کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اسلئے یاد رکھو کہ تم نے آج اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے پچھلے گناہوں کا اقرار کر کے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ کہ کوئی گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ نہیں کرینگے + یہ وہ عہد اور اقرار ہے جو تم نے میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے + اس لئے تمکو چاہیے کہ اپنے اس اقرار اور عہد کے موافق جہانتک تمہاری سمجھ اور طاقت ہو گناہوں سے بچتے رہو کیونکہ اس اقرار کی دو تاثیریں ہوتی ہیں یا تو آئندہ زندگی میں یہ فضل کا وارث بنا دیتا ہے جبکہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیگا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق اسپر رحمت نازل کرے گا۔ اور جب

اس عہد اور اقرار کو توڑے گا تو پھر عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا ہے۔ دنیا میں دیکھو کہ جب ایک آدمی کسی سے کوئی اقرار کرکے اسے توڑتا ہے تو وہ جرم عہد شکنی کا مرتکب ہوتا ہے اور سزا پاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کرکے توڑتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور مجرم ٹھیرایا جاتا ہے اور اسے سزا ملتی ہے۔

پس آج کے جمعہ کے دن کا اقرار کہ ہم گناہوں سے بچتے رہینگے بڑی بھاری بات ہے کیونکہ یا تو آج سے تمہارے لئے رحمت کی بنیاد پڑتی ہے اور یا عذاب کی۔ اگر کوئی شخص محض خدا کے لئے ان ساری باتوں کو چھوڑتا ہے جو اس کی عادت میں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ بڑی رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔ عادت کا سنوارنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے جیسے افیونی۔ شرابی۔ جھوٹ بولنے والے وغیرہ کو اپنی عادت کا چھوڑنا بہت ہی مشکل معلوم ہوتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو یہ سہل کام نہیں ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی آدمی گناہ کرتا رہتا ہے اور ایک حصہ اسکی عمر کا اس گناہ میں گذر جاتا ہے تو جیسے ان نشہ بازوں کو جو افیونی۔ چرسی۔ بھنگی وغیرہ ہوتے ہیں اپنی عادت کے خلاف چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے گنہگار کو بھی اپنی عادت سے باز آنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور بدن دکھ اٹھانے سے وہ اس عادت کو چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن اگر وہ دکھ اٹھا کر بھی اس بد عادت کو چھوڑنے کیلئے طیار ہو جاوے تو پھر وہ آرام بھی پاتا ہے۔

ماسوا اس کے ایک اور مشکل یہ بھی ہوتی ہے کہ افیونی یا شرابی یا اور کسی قسم کا نشہ کھانیوالے کو تو اس کے گھر والے بھی پسند نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ وہ ان نشوں کو چھوڑ دے کیونکہ جس قدر وہ نشے میں غرق رہیگا اسی قدر معاش میں سست اور غافل ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ بیوی بچے والدین سب اس سے ناراض ہونگے اور کوشش کرتے رہیں گے کہ کسی طرح وہ ان نشوں سے باز آوے مگر بعض عادتیں اور گناہ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ گھر والے اور کنبہ والے ان کے حامی ہو جاتے ہیں مثلاً رشوت لینے والا اگر توبہ کرے اور رشوت سے باز آوے تو بیوی ناراض ہوگی والدین ناراض ہونگے کیونکہ بظاہر ان کے مفاد اور آمدنی میں فرق آئیگا اور وہ کب گوارا کرینگے کہ ایسا ہو۔ اس قسم کی صورتوں میں تو وہ اس کے گناہ کی عادتوں کے حامی اور معاون ہونگے ایسا ہی ایک زمیندار اپنے کاروبار کو چھوڑ کر جب نماز پڑھنے لگے تو گھر والے کب پسند کرینگے کہ وہ ہل چھوڑ دے اور نماز میں لگا رہے وہ تو اسے ملامت کریں گے یا کب وہ چاہیں گے کہ یہ روزہ رکھ کر سست ہو اور کام نہ کرے۔ اسی طرح پر چوری یا قمار بازی کی عادت رکھنے والے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے گھر والے انکی حمایت کرتے ہیں اور پھر ان کو ان عادتوں سے باز آنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک تو ان کا نفس ہی جو عادت کا خوگر وہ ہوتا ہے۔ ان بدیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا پھر گھر والے بھی حامی ہوتے ہیں اس لئے توبہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ لیکن جو سچی توبہ اختیار کرتا ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضلوں کا وارث بنتا ہے۔

آجکل طاعون کے سبب انسانوں کی زندگی بڑی مشکل اور خطرہ میں پڑی ہوئی ہے اب یا انسان اس مشکل کو اختیار کرے جو گناہوں سے توبہ کرنے میں ہے اور جو خدا کے فضل کا وارث بنا دیتی ہے یا اس مشکل کو اختیار کرے جو آخر تباہ کر دیتی ہے۔ عقلمند جانتا ہے کہ توبہ ہی بہتر ہے۔ یہ مت سمجھو کہ فریب یا دغا سے کوئی رزق کما سکتا ہے رزق دینے والا اللہ ہی ہے قرآن شریف میں وعدہ ہے۔ کہ جو شخص توکل کرے گا اور متقی ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو خود رزق دیگا جیسے فرمایا مَن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنے جو شخص اللہ سے ڈر کر گناہ کو چھوڑ دیگا تو میں ہر ایک تنگی سے اسے نجات دونگا۔ اور اس کے لئے رزق کی ایسی راہ پیدا ہوگی اور ایسے طور سے اسکو رزق ملے گا کہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ کہاں سے رزق آتا ہے ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا ہو یتولی الصالحین جیسے ماں شیر خوار بچہ کی پرورش کرتی ہے اس طرح پر اللہ تعالیٰ اسکا تکفل کرتا ہے پھر ایک جگہ فرمایا ہے رزقکم فی السماء وما توعدون تمہارا رزق اور جو کچھ تمکو وعدہ دیا گیا ہے آسمان میں ہے پھر اسکو تاکید کے ساتھ ثابت کیا کہ فورب السماء والارض انہ لحق درحقیقت خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور اس سے ڈر کر گناہوں سے بچنا ہی ایک ایسی چیز ہے جو اسکو ساری تنگیوں سے نجات بخشتی ہے جو خدا تعالیٰ کا بھروسہ چھوڑتا ہے وہ درحقیقت اُسکو مانتا ہی نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی اصلی جڑ یہی ہے کہ جب گناہ چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر ہی چھوڑتا ہے مگر آج ایسا زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے گناہ چھوڑنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ طاعون کا خوف ہی اصلاح کا باعث ہو رہا ہے یہ مت سمجھو کہ طاعون ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے رحم کے خلاف ہی نہیں ہرگز نہیں خدا تعالیٰ کی ذات رحمت سے بھری ہوئی ہے اور اس کے غضب میں بھی دراصل رحمت ہی ہوتی ہے۔ ۳۰ لاکھ کے قریب آدمی طاعون سے ہلاک ہو چکا ہے مگر یہ سختی نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو ہزاروں آدمیوں کو ہدایت کیسے ہوتی دنیا کی زندگی تو بہر حال گذر جاتی ہے شب تنور گذشت و شب سمور گذشت مگر اگلی زندگی کا فکر کرنا چاہئے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ سوئے ہوئے لوگوں کو طاعون کے تازیانہ سے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ یہ اسکی رحمت ہے جیسے باپ بعض اوقات بیٹے کو نیک چلن ہونے کیلئے مارتا ہے تو اس کی اصل غرض اصلاح ہوتی ہے اسی طرح خدا کی مار میں اصل رحمت ہی ورنہ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ تو وہ تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا۔ پس جو لوگ بیعت کرتے ہیں انکو مناسب ہے کہ وہ سچی توبہ کریں اسکے بغیر فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بازار سے شربت بنفشہ لے اور دراصل وہ نہ ہو تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اسی طرح پر جو نرے سڑے ہوئے لفظ ہی ہیں وہ زبان تک ہی آتے ہیں اوپر نہیں جاتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اسی صورت میں بیعت کرانیوالے کو تو ثواب ہو جاتا ہے مگر کرنیوالے کو نہیں ہوتا یہ بھی یاد رکھو کہ بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہیں اگر تم میں کوئی اپنا بیل بیچ دے تو وہ پھر اُس پر کیا حق رکھ سکتا ہے جس نے لیا ہے وہ اُسے جس طرح چاہے کام میں لائے اسی طرح پر تم نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں بیچ دیا ہے۔ اب جسکی بیعت کی اُس کی مرضی پر چلنا ضروری ہوگا۔ اگر کچھ اپنی مرضی کے موافق کرو اور کچھ اُس کی باتیں مانو تو یہ بیعت کوئی فائدہ نہ دیگی بلکہ نقصان ہوگا خدا تعالیٰ ملی جلی باتوں کو پسند نہیں کرتا وہ خلوص چاہتا ہے اس لئے اپنی طاقت کے موافق کوشش کرو کہ صالح بن جاؤ۔ اپنی عورتوں کو بھی نصیحت کرو کہ وہ نمازیں پڑھیں۔ معمولی ایام کے سوا جب کہ انہیں نماز معاف ہوتی ہے۔ کبھی نماز چھوڑنی نہیں چاہئے۔ اسی طرح پر اپنے ہمسائیوں کو بھی سکھاؤ اور غافل نہ رہو یہ بھی چاہئے کہ اس بات کو کسی واقف کار سے معلوم کر لو کہ خدا تعالیٰ نے جو اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اس کی کیا غرض ہے؟ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے دین کو بدل دیا ہے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسکو اصل حالت پر قائم کرے۔ آج اگر یہ کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور ان کے فیوض و برکات جاری ہیں آپ کی نبوت ابدی نبوت ہے اب کوئی نبی نہیں آ سکتا تو یہ سنکر ناراض ہوتے ہیں مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اگر کسی کے باپ کو گالی دیجاوے تو وہ جوش میں آ کر مرنے مارنے کو طیار ہو جاتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہتک اور توہین سنکر انکو غیرت نہیں آتی۔ مگر ہم ان مخالفوں کی پروا نہیں کرتے ہم یہی کہینگے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے سب سے آخر بھیجا گیا ہے ویسے ہی سب کمال آپ کو دئے ہیں۔ کسی نبی میں کوئی صفت ایسی نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو۔ آپ تمام فضائل کا مجموعہ ہیں۔ آپ کے فیوض اور برکات برابر جاری ہیں اور آپ زندہ نبی ہیں۔

کیا تم قبول کر سکتے ہو کہ بہت سے مہمان موجود ہوں اور بہتوں کو تو عمدہ عمدہ کھانے پلاؤ وغیرہ دئے جائیں اور کچھ آدمی ایسے بیٹھے رہیں اور اُن کو معمولی روٹی دی جاوے کیا وہ مہمان اس تفریق کو دیکھکر یہ نہ کہیگا کہ کاش میں نہ آتا۔ اب اسی طرح پر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تو مر گیا پھر حضرت مسیح میں کیا خصوصیت تھی جو زندہ رہے؟ کیا ایسا اعتقاد رکھکر دوسرے نبیوں کی ہتک نہیں ہوتی؟ انکا دل کیوں ایسی توہین کو روا رکھتا ہے؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تو صرف ۶۳ سال کی ہے اور حضرت عیسےٰ مرنے ہی میں نہ آویں میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسےٰ نے وہ کیا کام کیا ہے جس کے بدلے یہ زندگی انہیں دیجاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ ارشاد ہو کہ قل رب زدنی علما اور دوسری طرف زندگی کچھ بھی نہ ملے۔ آپ ساری دنیا کیلئے آئے اور ہمیشہ کیلئے آئے اور یہ حال اور مسیح ایک چھوٹی سی قوم کیلئے آئے بارہ حواری بھی وقت پر ساتھ نہ

رہ سکے اور یہ حالت کہ ابدی زندگی ان کے لئے تجویز کی جاوے؟ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں مخالف خواہ کچھ ہی کہیں اصل یہی ہے کہ جو حیات طیبہ آپ کو دی گئی ہے کہ وہ دوسرے کو نہیں ملی اور نہیں مل سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسقدر تعریف کیجاوے وہ کم ہے اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر زندہ موجود ہیں تو سب سے پہلے ہم آمنا کہتے ہیں مگر ان کی تو وہ حالت ہو رہی ہے بیکے بر سر شاخ و بن مے برید غرض سعادت کے کل دروازے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلے ہیں

ڈائری اس کی ترتیب اور اشاعت

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض جلیل القدر صحابہ کے حضور اکثر دفعہ ڈائری کی موجودہ اشاعت کا سوال زیر غور آیا ہے اور ہم نے بجائے خود اس اہم سوال پر غور کر کے الحکم کی بعض اشاعتوں میں کوئی نہ کوئی نوٹ لکھا ہے لیکن آج ہم کسیقدر تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں +

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری ایسی نہیں کہ ہر ایک شخص اس کے لکھنے کے لئے قلم اُٹھانے کی جرأت کر سکے اور نہ اس قوم (ماموریں) کے قول وفعل سے مفید نتائج اور تعلیم کا پیدا کر لینا ہر انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ہمارا اعتقاد اور یقین ہے کہ ان کا کوئی قول اور فعل ایسا نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی جلی و خفی وحی کے ماتحت نہ ہو مگر یہ کبھی ہم مان نہیں سکتے کہ ہر شخص ان اسرار اور رموز کو سمجھ سکتا ہے جو اسکی تہ میں ہوں۔ اگر ایسا ہو سکتا تو غالباً دنیا میں کسی ماموریں اللہ کی مخالفت کرنے والا کوئی نہ ہوتا اور سب صدیقی فطرت لیکر آمنا و صدقنا کہکر ساتھ ہو لیتے۔ مگر مشاہدہ بتا رہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ ایک ہی قول یا فعل ہے جو ایک ارادت مند سعید الفطرت کے نزدیک نور، شفا اور رحمت ہے اور وہی قول یا فعل ہے جو بدقسمت مخالف کی نگاہ میں ٹھوکر کا پتھر اور ابتلا کی چٹان ہے۔ غرض جہانتک ہم غور کرتے ہیں یہ سوال معمولی طور پر حل کرنے کے قابل نہیں ہے۔

قرآن شریف میں خضر و موسیٰ کے قصہ سے ایک عظیم الشان سبق ہمیں مل سکتا ہے اور ڈائری نویسی کے مسئلہ کو کسی حد تک ایک گُر ملتا ہے بشرطیکہ غور کیا جاوے۔

ہم نے کئی مرتبہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے یہ ظاہر کیا ہے کہ الحکم نے ڈائری لکھنے کا جو التزام رکھا ہوا ہے وہ اپنی جگہ احتیاط اور عزم کے نیچے ہے لیکن ہمکو اس اعتراف میں کوئی افسوس یا شرم نہیں کہ ممکن ہے بسا اوقات ہم اس فرض کو کما حقہ ادا نہ کر سکیں کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ماموری کی ڈائری لکھنے والا انبیاء علیہم السلام کی سیرۃ اور بجائے خود علم السیرۃ کے اغراض اور غوامض پر غایر نظر رکھتا ہو ہماری اپنی رائے ہمیشہ سے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری لکھنے کا اصل حق حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب یا حضرت حکیم الامۃ کا ہو سکتا ہے جنہوں نے یہی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرۃ کو کثرت سے پڑھا بلکہ علم السیرۃ کے فلسفہ پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق کے ساتھ نظر کی ہے چنانچہ جن لوگوں نے سیرۃ مسیح موعود کو پڑھا ہے وہ اس امر کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ان کے ذمہ چونکہ اور بہت سے دینی کام ہیں۔ اس لئے ہم نے اسکی ضرورت کو محسوس کر کے الحکم میں ہمیشہ بڑی احتیاط کے ساتھ ڈرتے ڈرتے اس سلسلہ کو شروع کیا ہوا تھا۔ جو اب تک بھی جا رہی ہے۔ لیکن اب تو یہ سمجھو کہ اس سلسلہ کی ترقی کی ضرورت پیش آئی یا کچھ اور اسباب واقع ہوئے کہ مطبوعہ ڈائریوں سے گذر کر قلمی ڈائریاں بھی لکھی جانی شروع ہو گئی ہیں اور ایک رنگ میں شایع کیجاتی ہیں۔ اور اس سے ایک نقص پیدا ہو گیا ہے کہ بعض امور جو ڈائری کے تحت میں نہیں آسکتے اور نہ ان کو حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول فیصل کے ماتحت رکھا جا سکتا ہے اشاعت پاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن پر خواہ نخواہ کے اعتراض ہوتے ہیں۔

الحکم چونکہ خدا کے فضل سے نو سال کا پرانا اخبار ہے جسکو قوم اور ملک بھی اسوقت وقعت کی نگاہ سے دیکھتا اور سلسلہ کی زبان سمجھتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے ذمہ واریوں کو بہت بڑھا ہوا پاتے ہیں۔ ہماری کسی معمولی سے فروگذاشت یا عدم احتیاط قوم کے لئے مضر ثابت ہو سکتی ہے اور بجائے مفید ہونے کے ہم قوم کے لئے خطرناک بن سکتے ہیں (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو آمین) اس لئے اپنی اُن ذمہ واریوں کو سمجھتے ہوئے ہم کو کئی مرتبہ ضرورت پیش آئی ہے کہ ہم نے ڈائری کے متعلق اپنی پریت کے اعلان دئے ہیں اور بتایا ہے کہ اسمیں ہمارا اپنا کسقدر تصرف ہوتا ہے اور کس طرح پر ہم اسکو مرتب کرتے ہیں

وہ لوگ جو حضرت حجۃ اللہ کے حضور رہتے ہیں ان مشکلات کو جو ڈائری کی اشاعت میں آجکل پیش آجاتی ہیں بخوبی سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اپنی ذمہ واریوں کو نگاہ رکھتے ہوئے ہم انکے ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیکھتے لیکن ہاں ہم کو یہ ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ڈائری کی اشاعت میں جو طریق ہم نے اختیار کر رکھا ہے وہ ایک حد تک قابل اطمینان ہے لیکن اب مشکل یہ پیش آئی ہے کہ مختلف ڈائریاں مختلف نتائج پیدا کرنے کا موجب نہ ہوں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی ایک مجلس کے یہ الفاظ ہمارے دل پر اسوقت تک ایک گہرا اثر کئے ہوئے ہیں جو آپ نے ان نقصانات کو دیکھ کر جو بلا سوچے سمجھے اپنی رائے کے موافق بعض امور کی اشاعت سے ہو سکتے ہیں فرمایا کہ یا ہمکو خاموش ہونا پڑے گا یا لکھنے والوں کو بند کرنا پڑے گا" کیونکہ جب معمولی معمولی باتوں کو بھی ڈائری میں داخل کر دیا جاوے گا تو وہ ڈائری نافع اور سود مند ہونے کی بجائے مضحکہ خیز ہو جاویگی مثلاً اگر لکھا جاوے کہ حضرت اقدس اسوقت آئے اور دروازہ کھول کر پھر کچھ یاد آیا اور واپس چلے گئے تو اس سے پڑھنے والوں کو کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ مخالفوں کو ایک ہنسی کرنے کا موقع مل جاویگا۔ یا مثلاً اس بات کے لکھنے کی کوئی چنداں ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ آج کی نمازیں آپنے باجماعت پڑھیں کیونکہ اس کا مفہوم مخالف لیکر مخالف کہدیتا ہے کہ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے آپ کبھی نماز باجماعت نہیں پڑھتے۔ اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو موٹی نظر میں ڈائری کی تحت میں آسکتی ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کے اندراج سے کوئی فائدہ متصور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس قسم کی ڈائری کس حد تک ہماری غرض کو پورا کر سکے اور کچھ نہیں کہ ہم اپنی ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے ڈائری کی اشاعت میں بہت کچھ ڈرتے ہیں الحکم اگر قوم کا مسلم ارگن نہ سمجھا جاتا اور اس کا اثر ایڈیٹر کی اپنی ذات تک محدود ہوتا تو چنداں پروا نہ تھی لیکن اب یہ بات نہیں رہی الحکم کی آواز قوم کی آواز سمجھی جاتی ہے اور اسکی ترقی کے ساتھ ساتھ اسکی ذمہ واریاں بڑھ رہی ہیں اور ہم نہیں سمجھتے کہ کس طریق پر ہم ڈائری کی مشکلات کو پیش کریں بہرحال ہم مختصر طور پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہم ڈائری کی ترتیب میں ہمیشہ سے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہیں کہ ان امور کو الحکم میں درج کرتے ہیں جو مستقل حقائق اور آپکے وصایا اور نصائح ہوتے ہیں۔ باقی آنی امور جو وقتی ضرورتوں کے لحاظ یا تسلسل کلام کی وجہ سے ہوتے ہیں انکو نظر انداز کر دیتے ہیں مثلاً اگر کسی نئی ایجاد کا ذکر ہوا یا کسی بیمار کا ذکر ہوا یا کوئی اور ذکر چل پڑا۔ تو ہم کبھی التزام نہیں کرتے کہ ان باتوں کو نوٹ کریں ہاں اگر کوئی ہماری زیر ہدایت کام کی بات اسمیں ہو تو ہم اسے نوٹ کر لینگے۔

اور ایسا ہی ڈائری کی ترتیب میں ہم ہمیشہ ایسا ہی التزام کرتے ہیں اور ڈائری کی ترتیب مضمون کے لحاظ سے کر لی جاتی ہے اور یہ اسقدر مشکل اور اہم کام ہے کہ جسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا البتہ وہ لوگ کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں جو یہاں کچھ عرصہ تک رہے ہوں اور حضرت حجۃ اللہ کی تقریریں اُنہوں نے سنی ہوں اور پھر ان کو مرتب صورت میں الحکم میں پڑھا ہو تب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر محنت کے ساتھ مضامین کو یکجا کیا جاتا ہے۔ ان ذمہ واریوں کو نگاہ رکھکر ہمیں ضرورت پڑی ہے کہ ڈائری کے متعلق یہ مضمون لکھیں۔ ہمارا طرز و روش آج تک ڈائری کی متعلق یہی رہا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہی رہیگا۔

والله الموفق والمستعان خاکسار ایڈیٹر۔

اسلام میں عورتوں کی حالت

نمبر اول

آجکل بہت سی تحریکیں اس قسم کی ہو رہی ہیں کہ ہم مندرجہ بالا عنوان پر ایک مفصل بحث کریں۔ چونکہ اصول معاشرت اور تمدن کی روح رواں اور اصل جان ایک معنی سے عورت ذات ہی ہے اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مضمون بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاوے گا۔ اگرچہ اپنی اہمیت و دقت کی وجہ سے یہ مضمون اس قابل تھا کہ ہمارے محسن و مخدوم حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ یا حضرت مولانا و شیخنا حکیم الامت اسپر قلم اُٹھاتے (اور کچھ عجب نہیں کہ ہماری اس تحریک سے انکو توجہ ہو جاوے) لیکن ہمنے محض اس خیال سے کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ یہ مناسب سمجھا کہ جہانتک ہماری سمجھ اور ذہنی قوت رسا ہو سکتی ہے اس مضمون پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھا جاوے۔ اسی مضمون کے ضمن میں غالباً ہمکو کثرت ازدواج اور پردہ۔ طلاق وغیرہ کے مضامین پر بحث کرنی پڑے گی جس کے ساتھ یورپین مصنفوں اور دوسرے معترضوں کے خیالات اور آرائے کی تنقید ہمارا کام ہوگا۔ اور خصوصیت کے ساتھ **ہز ہائینس آغا خاں صاحب** بالقابہ کی اس تقریر کے ایک حصہ پر جو انہوں نے **محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس** کے گذشتہ اجلاس میں کی تھی **ریویو** کرنا ضروری ہوگا۔ اس تقریر کا ایک حصہ ہمنے اس لئے کہا ہے کہ اس مضمون کی نوعیت کے لحاظ سے جو حصہ اس کے متعلق ہے اسپر بحث کریں گے اور باقی امور پر اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسی دوسری تقریب پر کچھ لکھ سکیں گے اگر توفیق ملی۔

ان امور پر نظر کرکے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مضمون کوئی معمولی مضمون نہیں ہے جسپر رائے زنی کرنا آسان ہو بلکہ اس مضمون کے لکھنے میں ہم کو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی ہوگی اور **عورت ذات** کے متعلق قریباً دنیا کے یا کم از کم انڈیا کے بڑے بڑے مذاہب کے احکام پر نظر کرنی پڑے گی بہرحال کچھ ہی ہو جہانتک ہم سے ممکن ہوگا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے اس مضمون پر بحث کرینگے۔

نفس تمدن کیوجہ سے اور اخلاقی طور پر عورت فی نفسہا اس قابل ہے کہ اسکی مناسب تعظیم اور قدر کیجاتی ہے کیونکہ دینی و دنیوی سلسلہ کے کمال میں انبیاء علیہم السلام کی والدہ ہونے کا شرف اسے حاصل ہے۔ جہانتک انسانی نسل اور اسکی ترقیوں کی تاریخ ہماری نظر کے سامنے آسکتی ہے۔ وہاں اول قدم عورت کا پڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اس امر سے کوئی فلاسفر کوئی صوفی کوئی عالم کوئی بادشاہ کوئی بہر د آزما پہلوان غرض کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا کہ ساری دنیا کی ماں پہلی عورت ہی ہے اگرچہ مختلف حیثیتوں اور حالتوں میں اس کے کئی نام کیوں نہ بدل گئے ہوں۔ اور اسمیں بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ کم و بیش ہر مذہبی ستونِ عمل اور کتاب میں یا ہر فرقے کے اخلاقی قوانین میں ماں کی حرمت و عزت کسی حد تک قرار دی گئی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ باقی ہے کہ اس کی تعمیل کہاں تک ہوتی ہے اور اس کی تکمیل کہانتک کی گئی ہے۔

جہانتک دنیا کی تاریخ مل سکتی ہے اور جہاں تک مختلف قوموں اور ملکوں کے رسم و رواج اور تمدنی حالت کا پتہ ملتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیشہ (بجز ایک زمانہ خاص کے جسکا ذکر ہم کریں گے انشاء اللہ) باوجودیکہ عورت کا جائز احترام ضروری تھا اس ام الدنیا کا انسانی غرور نے مناسب احترام نہیں ہونے دیا اور اسکو ایسی ذلیل اور شرمناک حالت میں رکھا ہے جس سے زیادہ شرمناک حالت غالباً ملنی ہی ناممکن ہو۔

یہ مشاہدہ صحیح ہے جسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ باوصفیکہ ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے انسانوں نے اسی کے رحم میں اسی کا خون کھاکر پرورش پائی ہے لیکن انجام کار اسکو کمزور اور حقیر مخلوق سمجھ کر اسپر ہر قسم کے ستم روا رکھے گئے ہیں۔ اور بجز دو انبیاء کے کبھی انسانی ہمدردی اور محبت اس عاجز مخلوق کے لئے جوش میں نہیں آئی۔ یا اگر آئی ہے تو وہ ایسی ضعیف اور ناقابل ذکر ہے کہ اس کا بحالت موجودہ کہیں پتہ بھی اب نہیں مل سکتا۔ مردوں نے عورتوں کو انکے ہی پیٹ سے نکلکر یہ سمجھا ہے کہ وہ دوسری اشیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مسخر کردی ہیں۔ اور جسطرح وہ چاہیں ان سے سلوک کریں اور پیش آئیں اسمیں کوئی خطا اور گناہ نہیں۔ لیکن اگر اخلاقی حیثیت سے بھی دیکھا جاوے تو یہ خطرناک ناسپاسی کا داغ ہے جو انسانی پیشانی پر لگتا ہے۔

اسلام سے پہلے کی تاریخ پڑھو مختلف قوموں اور ملکوں کے حالات پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی راحت بخش مخلوق جو اس کیلئے لباس قرار دی گئی تھی جو انسان کی کوفت و کلفت میں اس کے لئے سکون کا باعث تھی۔ ایک تاریکی کے گڑھے میں پڑی نظر آئیگی جہاں اسپر ہر قسم کے ستم توڑے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کے ظلم اس کے لئے روا رکھے جاتے ہیں۔ ان کے حقوق غضب کئے جاتے ہیں اور ذلیل ترین حالت میں انہیں رکھا جاتا ہے۔ یہ تو بہر خیر گذری کہ خدا تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (سلام) دیکر بھیجدیا ورنہ معلوم نہیں یہ فرقہ کس تحت الثریٰ میں پڑا ہوتا اور کیا اس کا حشر ہوتا۔ اور پھر خدا جانے مخلوق کس تباہی اور تاریکی میں مبتلا ہوتی۔

ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ عورت خواہ کیسی ہی دانشمند اور ہوشیار ہو مگر مرد کے سامنے بیوقوف اور نالائق ٹھیرے گی اور وہ اس قابل نہیں سمجھی جائیگی کہ کسی اہم معاملہ میں مرد کی مشیر کار اور صلاح کار ہو۔ اور نہ کوئی بات اسکی اس لائق ہو سکتی ہے کہ اسکو قابل پذیرائی سمجھ کر اسپر عمل کر لیا جاوے۔

عیسائی دنیا کے خیال کے موافق یسوع مسیح کی شکل میں خدا مجسم ہو کر آیا (معاذ اللہ) مگر ہمکو تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اس عجیب خدا نے بھی معمولی وقت تک اپنی ماں کے پیٹ میں رہ کر اسکا خون پیا اور پھر سخت تکلیف کے ساتھ آخر پیدا ہوا جس سے بیچاری پاک مریم پر دشمنوں نے کیا کیا الزام اور بہتان لگائے اور بنی اسرائیل کے بزرگ اسوجہ سے کیسی کیسی مشکلات میں پھنسے کہاں کو باوجودیکہ مریم اور اسکی ماں نے ہمیشہ تارکہ رہنے کا عہد کیا ہوا تھا اس عہد کو توڑنا پڑا اور پھر باوجودیکہ توریت کی شریعت کے موافق حمل میں نکاح ہی جائز نہ تھا تاہم ان بزرگان یہود کو دفع الوقتی کے لئے اس شریعت خفیفہ کا خیال بھی نہ رہا اور انہوں نے چٹ منگنی پٹ بیاہ کی مثل پر عمل کرکے یوسف نجار کے ساتھ شادی کردی حالانکہ اس کی ایک اور بیوی بھی تھی۔ اور تعدد ازدواج اگرچہ توریت کی شریعت کے موافق کچھ بھی اثر اور حکم رکھتا ہو لیکن عیسوی شریعت میں ایک شرمناک بات سمجھی جاتی تھی، کا ارتکاب کرنا پڑا یہ سارے کرشمے یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات عیسائی دنیا کے مجوزہ خدا کی عورت کے پیٹ میں آنیکی وجہ سے پیش آئیں۔ لیکن کمزور عورت ضعیف الفطرت عورت شاید اس امر سے تسلی پکڑتی کہ اب جبکہ خود خدا نے مجھے اپنی ماں بنایا ہے (معاذ اللہ) تو اس کی پیدائش کے ساتھ ہی میری مشکلات کا خاتمہ ہو جاویگا اور میری قدر و عزت ہونے لگے گی مگر

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

حضرت مریم کی جو عزت اس فرضی خدا نے کی ہے وہ انجیل کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ ایسے کلمات سے انہیں یاد کیا کہ گویا کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور اسے عورت کے لفظ سے پکارا جو کم از کم ایک مہذب کے منہ سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ یہ عزت ہے جو عورت کی پہلے کی گئی ہے اور یہ وہ درجہ ہے جو اس ام الخبائث کو دیا گیا ہے۔

یہ تو دو ہزار برس کی بات ہے لیکن ہم کہتے ہیں جسقدر پیچھے آپ چلے جاویں اس ضعیف ہستی کی ایسی ہی حالت نظر آئیگی کہ ایک درد دل رکھنے والا انسان اس منظر کو نہ دیکھ سکے گا اور اس ام الکائنات کی دردانگیز کہانی کو نہ سن سکے گا۔ ہر زمانہ میں ہزار در ہزار ترقیاں ہوئیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ (بجز زمانہ اسلام کے) اگر کبھی محروم رہی تو عورت ہی محروم رہی۔ اور معرض نزول میں یہی آتی رہی

دنیا میں رومۃ الکبریٰ کی سلطنت کسی زمانہ میں عظیم الشان سلطنت تھی اور مغربی عیسائیت کا مرکز اور پایہ تخت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سلطنت میں قوانین و آئین کے لحاظ سے ہر قسم کی ترقیاں

ڈائری حضرت امام الزمان مسیح الزمان سلمہ الرحمٰن

"دربار شام"

۲/اپریل ۱۹۰۳ء

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کے معنے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہی عجیب معاملہ ہے ہمارا یہ الہام کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی ایک نئی طرز کا الہام ہے ہم نے اب سے پہلے کسی الہامی عبارت میں اس قسم کے الفاظ نہیں دیکھے۔ اس کے معنے جو ہمارے خیال میں آتے ہیں یہ ہیں کہ ایسا شخص بمنزلہ توحید ہی ہوتا ہے جو ایسے وقت میں مامور ہو کہ جب دنیا میں توحید الٰہی کی نہایت ہتک کی گئی ہو۔ اور اسی نہایت ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ ایسے وقت میں آنیوالا توحید مجسم ہوتا ہے ہر شخص اپنا ایک مقصد اور غائت مقرر کرتا ہے مگر اس شخص کا مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے طبعی جذبات اور مقاصد سے بھی مقدم کر لیتا ہے اپنی ساری ضرورتوں کو پیچھے ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح پر ہر ایک شخص کا اپنے مقاصد کا ایک بت ہوتا ہے اور وہ اس تک پہنچنا چاہتا ہے گو یہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے کہ اس تک پہنچا دے یا اس کی عمر کا پہلے ہی خاتمہ کر دے۔ وہ اپنے مال یا عزت و آبرو یا بال بچوں یا دوسری حوائج کے لئے تڑپتا ہے اور بے خود ہوتا ہے اور بسا اوقات لوگ انہیں مشکلات میں پڑ کر خودکشی ہی کر لیتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اُس کا یہی جوش خدا تعالیٰ کی توحید کے لئے ہو جاتا ہے۔ اور اپنی نفسانی خواہشوں کی بجائے خدا تعالیٰ کی توحید کے لئے مضطرب اور بے خود ہوتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے وقت میں . . . . یہ الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی توحید بہت ہی پیاری ہے

یہ توحید ہی ہے جسکے واسطے اللہ تعالیٰ نے کبھی وبا کبھی قحط اور کبھی اپنے پیارے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ کی تلوار سے اس کے قیام کے واسطے ہزاروں مشرک جانوں کو تباہ کر دیا۔ مکہ و مدینہ منورہ کے حالات بھی صرف اسی کی خاطر پیچیدہ ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بھی اسی توحید کیلئے تھا۔

عقیدہ ہی سے اعمال میں قوت آتی ہے جیسا قوی اور کامل عقیدہ ہو ویسے ہی اس کے مطابق اعمال صادر ہونگے۔ اگر عقیدہ ہی زنگ آلود اور کمزور اور مردہ ہوگا تو پھر اعمال کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟

اگرچہ ظاہر اعمال نماز روزہ میں تو تمام مسلمان باہم مشترک ہیں اور اکثر بجا لاتے ہیں۔ مگر پھر انکے نتائج میں برکات کے اختلاف کا باعث جو ہے تو صرف یہی عقیدہ ہے جن کے عقائد عمدہ اور کامل ہوتے ہیں ان کیلئے نتائج عمدہ اور برکات کثرت سے نازل ہوتے ہیں۔ مگر کمزور عقائد والے اپنے اعمال کی قوت پر تو نگاہ نہیں کرتے برکت کے نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں۔

عداوت کی توجہ فرمایا محبت اور عقیدت کی توجہ تو ایک جدا امر ہے مگر عداوت کی توجہ بھی بے فائدہ نہیں ہوتی بلکہ مفید ہوتی ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ زمانے میں آپ کے مقابل میں محبت اور عقیدت کی توجہ تو نہایت ہی کم بلکہ کچھ بھی نہ تھی مگر عداوت کی توجہ کامل طور سے تھی اور آخر یہی عداوت کی توجہ آپ کی عام لوگوں اور عرب کے کناروں میں شہرت پہنچانے کا باعث ہوگئی ورنہ آپ کے پاس اسوقت اور کیا ذریعہ تھا جو اپنی دعوت کو اسطرح شائع کرتے۔ آپکے واسطے اسوقت تبلیغ کا پہنچانا نہایت مشکل تھا مگر خدا تعالیٰ نے یہ کام کیا کہ دشمنوں ہی کے ہاتھوں سے ایسا کرا دیا اب موجودہ زمانے میں ہمارے دشمن بھی ایسا ہی کرتے ہیں اگرچہ اسوقت کی فوری حالت ایسی ہوتی ہے کہ ہماری جماعت . . . . کو ان لوگوں کی کارروائیوں سے رنج اور صدمہ ہوتا ہے مگر انکی کارروائیوں کا انجام ہمارے مفید مطلب اور بخیر ہوتا ہے اصل میں اُن لوگوں کی گالیاں تو ایسی ہیں جیسے عورتیں شادی کے موقعہ پر لڑکے والوں کو دیتے ہیں ان سے اسوقت کون ناراض ہوتا ہے۔ یہی حال ان مخالفوں کی گالیوں کا ہے۔ یہ گالیاں ہمارے مفید مطلب ہیں۔ یہ ہماری تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہیں اور سعید اور شریف انکی گالیوں ہی سے اندازہ کر لیتے ہیں کہ حق کس کے پاس ہے اسطرح پر ہماری جماعت ان میں سے ہی نکل کر آتی ہے اور دن بدن نکلتی آتی ہے

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ آجکل تو لوگ فرعون کی خصلت رکھتے ہیں کہ چاروں طرف سے خوف آیا تو ایمان لے آئے اور مان لیا جب خوف جاتا رہا تو پھر مخالفت شروع کر دی۔

اِظہارُ الدّین اور مسیح موعود

[۳-اپریل ۱۹۰۳ء کو جو خطبہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ نے پڑھا۔ اس کا خلاصہ]

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی نے اپنا رسول ہدایت اور دین الحق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ کل دینوں پر اُسکو غالب کر دیوے۔ یا یہ کہو کہ اب یہ حق اور ہدایت تمام دینوں پر غالب ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت و حق کے ساتھ بھیجدیا ہے اس آیت پر بڑے ذوق اور سرور کے ساتھ میں چند باتیں بیان کرنی چاہتا ہوں کہ کسطرح پر خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت اپنے دین کو غالب کرنے کیواسطے ہو رہی ہے۔

اس بات پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ آیت کس کے حق میں ہے تمام مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آنیوالے مسیح موعود کے حق میں ہے یعنی تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ واضح حجت کے ساتھ ہاں ایسے طور پر کہ دنیا بول اٹھے کہ حقیقی اسلام کے دلایل کو کھلا غلبہ مل گیا اسوقت ہوگا جبکہ مسیح موعود آئیگا اور اسطرح پر یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث میں مسیح موعود کے حق میں ہے یا یہ کہدو کہ مسیح موعود کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئینگے اور ملل باطلہ پر اسلام کو غالب کر کے دکھائینگے یہ بالکل سچ ہے کہ جب سے قرآن کریم کا نزول ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اسی وقت سے باطل کی شکست کی بنیاد رکھی گئی آپ کا وجود باجود اور آپ کی کتاب خطرناک حربہ تھا اور ہے ذلیل باطل کے ہلاک کرنے کیواسطے حقیقت میں اسی وقت اور ساعت سے تمام باطلوں کی ہلاکت اور شکست کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن ایک وقت مقدر تھا کہ اس باطل کو ایسی شکست ہو کہ وہ پھر سر نہ اُٹھا سکے اور اس کو مبا کی کچلیاں نکال ڈالی جاویں تا پھر وہ ڈنگ چلانے کے قابل نہ رہے۔

اس وقت جو شخص زمانے کی موجودہ حالت سے آگاہ اور واقف ہے اور اسے معلوم ہے کہ ملل باطلہ نے اسلام پر کیسے دانت چلانے چاہے ہیں اور کسطرح پر اس زمانہ کی نسلوں کو تباہ کرنا چاہا ہے۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام سے واقف ہو وہ اگر کوئی تعصب اور شرارت نہیں رکھتا تو اُسے چلا کر کہنا پڑیگا کہ لاریب یہی شخص ہے جو اس آیت کا مصداق ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے کیا کیا ہے؟ اور جنکو علم ہے اُن میں سے اکثر اپنی خفاش صفتی کی وجہ سے اُس کو دیکھ نہیں سکتے میں مختصر طور پر تمہیں بتاتا ہوں کہ اُس نے کسطرح پر لیظہرہ علی الدین کلہ کر کے دکھایا ہے۔ ہم ہیں اور ہمارے دشمنوں میں یہی ایک امر فیصلہ کے لئے تنقیح طلب ہو سکتا ہے اور اسی پر فیصلہ ہو سکتا ہے اگر وہ توجہ کریں۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کھلے طور پر اسلام کو غالب کر کے دکھایا ہے اور اس کے دلایل اور براہین ہمارے پاس ہیں پس جب یہ ثابت ہو جاوے تو پھر مسیح موعود کے دعویٰ کے لئے کسی اور ثبوت کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہ جاتی کیونکہ یہ مسلّم امر ہے کہ وہ اظہار الدین جو اس آیت میں بیان کیا گیا مسیح موعود ہی کے ساتھ مختص ہے اور مسلّم ہے۔

جیسے مفسرین نے اس آیت کو مسیح موعود کے حق میں تسلیم کیا ہے اسی طرح پر اس انسان نے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پوری بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام کی بناء پر اس آیت کو اپنے حق میں لیا ہے۔ آج بیس برس پہلے سے جسوقت کوئی دعویٰ مسیح موعود ہونیکا نہ تھا یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اب صرف یہ دکھانا باقی ہے کہ اظہار الدین اس آیت کے کھلے منشاء کے موافق ہوا ہے یا نہیں؟ دین کو غالب کرنیکی صورتیں ہیں ہیں اول اسلام کی تائید کیلئے عجیب سامان بہم پہنچائے جاویں دوم باطل کے حملوں کی تردید کا کافی سامان ہو یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے سامان بہم پہنچانا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ دونوں باتیں کامل اکمل اتم طور پر مسیح موعود نے کر کے دکھائی ہیں

سب سے بڑا مسئلہ ذات باری تعالیٰ کا ہے تمام قوموں نے اس میں غلطی کھائی ہے حتی کہ عام مسلمانوں نے جو موجود ہیں اور جنکو لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دی گئی تھی جو قرآن شریف کی تعلیم کی اصل غرض اور منشا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس تعلیم کی اشاعت کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ اسکو اب چھوڑ دیا ہے۔ قرآن شریف نے سکھایا تھا وہ الحی القیوم ہے۔ وہ کلام کرنے والا ہے اور امور کی تدبیر اور تصرف کرنیوالا ہے وہ اپنے ارادہ اور امرِ کن کے ساتھ ہر چیز پر متصرف ہے یہ عقیدہ مسلمانوں میں مٹ چکا تھا کوئی گدی کوئی صوفی کوئی سجادہ نشین نہیں جو ان باتوں کا ثبوت دے سکے۔ خیالی طور پر اگر کسی نے خدا کو مانا ہو تو یہ جدا امر ہے لیکن نری خیالی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ دوسرے مذاہب والوں کا ذکر ہی فضول ہے۔ وہ اس مسئلہ میں پیش نہیں ہوسکتے آریہ عیسائی برہمو تو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے قائل ہی نہیں رہے مسلمان ان مانتے تھے مگر انمیں سے بھی کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ وہ مانتا ہے کہ اس کا خدا بولنے والا متصرف مقتدر زندہ خدا ہے اس مسئلہ کو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح نے عجیب رنگ میں دکھایا ہے یہی مسئلہ ہے جس پر ساری روحانی ترقیوں کا انحصار ہے اور انبیاء کی اصل جڑ یہی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے متعلق عقیدہ صحیح نہ ہوا تو پھر اعمال صالحہ میں حسن اور صواب کیسے پیدا ہوسکتا ہے اس لئے سب سے پہلے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے خدا کے برگزیدہ مسیح نے اللہ تعالیٰ کی قدوسی ذات کے متعلق سچا اور یقینی علم دیا اور پھر یہ علم خیالی اور ذہنی طور پر نہیں دیا بلکہ یقینی طور پر بصیرت کے ساتھ عطا کیا + اس نے دکھا دیا کہ خدا تعالیٰ جیسے پہلے متکلم متصرف۔ قادر مدبر تھا اب بھی اسی طرح ہے اور **میرے ساتھ کلام کرتا ہے** اپنے بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا۔

ان خدائے کہ از واہل جہاں بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

اور پھر اس دعوی کو ان تائیدوں اور نصرتوں سے جو اسکی ہو رہی ہیں ثابت کرکے دکھایا کہ وہ مقتدر متکلم متصرف خدا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا اب بھی ہے۔ اور کن فیکون کا مالک ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ کے وقت تھا۔ جبکہ وہ دریا پر پہنچے اسوقت اگر قادر یفعل ما یشاء خدا اسکے ساتھ نہ ہوتا تو عاجز بندہ موسیٰ ہلاک ہو جاتا۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں الٰہیات کی بنیاد اسی ایک مسئلہ پر پڑتی ہے بلکہ ساری روحانی ترقیوں کی اصل اور جڑ یہی ہے میں اگر کافی وقت ہوتا اور خطبہ متحمل ہوسکتا تو تمہیں کھول کر سناتا کہ کیونکہ اس مسئلہ میں قوموں نے غلطی کھائی اور وہ ہلاک ہوئی ہیں اور انہوں نے قدوس قادر الحی القیوم متکلم خدا کی ہتک کی ہے اور خدا کا اقرار کرکے کس طرح پر دہریت پھیلائی گئی ہے میں بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج زندہ خدا کا ثبوت صرف حضرت مسیح موعود نے دیا ہے۔ اور کوئی متنفس خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اس قابل ہے ہی نہیں کہ ... ثابت کر سکے۔ اصبار کی اور صلوٰۃ ہو مسیح موعود کو کہ جس نے اُس مسئلہ میں جان ڈالدی اور ... تو یہ ہے کہ خدا کو زندہ خدا کی صورت میں دکھا دیا۔

پھر بہت بڑا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کا مسئلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ٹھہرایا گیا ہے۔ مگر ختم نبوت کی حقیقت سمجھنے میں خطرناک غلطی کھائی ہے بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ نبوت یونہی ختم ہوگئی آپ سب سے پیچھے آئے اور نبوت اسطرح پر ختم ہوگئی۔ مگر یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ نبوت آپ پر کیسے ختم ہوئی؟ اس کی اگر تہ یا یہ طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی ہے کیونکہ تمام کمالات نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئے اور قرآن کریم سے باہر کوئی سچائی اور راستی نہیں اسکی تعلیم کامل اور مکمل ہے اس لئے طبعی طور پر جبکہ کمالات نبوت آپ پر ختم ہوئے آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ لیکن باوجود اس کے مسلمان اپنی غلطی یا بدقسمتی سے کم از کم عملی طور پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے اور اسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی جاتی تھی اور کوئی ثبوت آپکی رسالت اور ختم نبوت کا نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ مان کر جیسے خدا تعالیٰ کی توہین کیجاتی تھی ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک حیات پر حربہ چلایا جاتا تھا۔ خدا تعالیٰ کی صلوٰۃ ہوں اس مسیح موعود پر کہ اس نے روشن دلائل سے ثابت کرکے دکھا دیا کہ زندہ نبی آپ ہی ہیں جنکے فیوض اور برکات کا سلسلہ ابتک جاری ہے میرے دل میں تڑپ پیدا ہوتی اور جوش ہوتا ہے کہ کاش مسلمانوں کو خبر ہوتی کہ یہ اپنے سید و مولا محبوب کا کیسا عاشق اور اسکی عزت و عظمت کے اظہار کا کیسا خواہشمند ہے کہ وہ اسکی زندگی کے مقابلہ میں کسی اور کی زندگی سمجھتا ہی نہیں اگر انہیں اس عشق و محبت کی خبر ہوتی تو وہ اُس کے خاک پا کو سرمہ بناتے اور دیار میں لے جاتے۔ جگر خون ہو جاتا ہے جب ان لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے کہ کیا یہ انسان اس قابل تھا کہ اسکو گالیاں دیجائیں اور اس کا گناہ صرف اتنا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ ثابت کرنا چاہتا ہے اور عیسائیوں کے فرضی خدا کو مردہ ثابت کرتا ہے۔ بھلا بتاؤ کیا مسیح کی موت کے ثابت کرنے سے اسکی جائداد بڑھتی ہے؟ نہیں اسکی غرض صرف یہ ہے کہ مردہ پرستی کا استیصال ہو اور خدائے قدوس واحد لا شریک کی عبادت ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عزت ہو اور اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ عاجز انسان جو خدا بنایا گیا تھا زندہ نہ کیا جاتا۔ اب اس بات پر مسلمان اُس کے دشمن ہیں افسوس تیرا اے گروہ منکرین! کتنی منت ہے اس مسیح کی تمہاری گردنوں پر کہ جسنے **زندہ خدا۔ زندہ رسول اور زندہ کتاب** ثابت کرکے دکھائی۔ مبارک ہو تجھکو اے خدا کے مسیح تو جیت گیا۔

پھر قرآن شریف کا مسئلہ تھا۔ قرآن شریف بلاشبہ ایک کتاب ہے اور ایسا ہی توریت انجیل بے جان وید بھی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ مگر ان سب میں کوئی عالم صوفی متکلم مسلمان فرق اور ما بہ الامتیاز نہیں بتاتے۔ تقریروں بحثوں میں ممکن ہے وہ یدطولیٰ رکھتے ہوں لیکن یہ کوئی آکر نہیں بتاتا کہ قرآن شریف میں وہ کیا چیز ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں؟ اگر خدا کا برگزیدہ مسیح موعود نہ آیا ہوتا تو قریب تھا کہ قرآن شریف کی نسبت بھی وہی مردہ کتابوں کا فتویٰ صادر ہو جاتا۔ مگر اس نے آکر بتایا اور دکھا دیا کہ قرآن میں برکت ہے یہ زندہ کتاب ہے دوسروں کو زندگی عطا کرتی ہے اس پر چل کر انسان خدا کی نصرت اور برکات کو حاصل کرتا ہے معجزات اور کرامات دکھا سکتا ہے مہبط وحی ہو سکتا ہے منعم علیہم کی جماعت پر جو انوار اور فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں ہر زمانہ میں قرآن کریم کا سچا متبع ان سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔

اور حقیقت میں یہ امر قابل لحاظ بھی ہے۔ اگر اسمیں یہ خوبی اور برکت نہیں تو پھر اس سے کیا فائدہ + بطور ... جب کہ اسمیں سے مصری کھالی گئی ہو کبھی اس قابل نہیں ہوسکتا کہ اس کی طرف توجہ کیجاوے لیکن جبکہ اُس میں مصری موجود ہو تو وہ اس قابل ہوتا ہے کہ آنکھ اسے دیکھے اور ہاتھ اُس کی طرف لپکے + اب تمام قومیں اپنی کتابوں کی نسبت عملی طور پر اعتراف کرتی ہیں کہ وہ اس چھتے کیطرح ہیں جسمیں مصری نہیں ہے۔ لیکن اس خدا کی مسیح نے پرزور اور قاطع دلائل کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ اسکی مصری ویسے ہی موجود ہے وہی برکات نتائج بلا تفاوت اب بھی اس کی پیروی سے حاصل ہو سکتے ہیں جیسے اس مہبط وحی کے وقت تھے یہ کتنا بڑا احسان ہے۔!

غرض کہ اُسنے اللہ تعالیٰ کی ذات اسکے ملائکہ۔ رسل اور کتابوں کے متعلق کیسے واضح اور قوی دلائل کے ساتھ دکھایا ہے کہ یہ ساری ہستیاں حق ہیں یہ کتنا بڑا احسان اس انسان کامل کا تھا مگر اے نااہل لوگو! تم پر افسوس کہ تمنے اس آسمانی مائدہ کو رد کیا۔

پھر ایک عظیم الشان بات ہے قرآن شریف کا مایہ ناز مسئلہ مسئلہ دعا تھا اس کتاب مجید نے اول ہی اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر اور آخر ہی قل اعوذ برب الناس کہہ کر دعا سکھائی تھی۔ اور اسمیں یہ دکھایا تھا کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی جاذب دعا ہے جو قوم قرناً بعد قرنٍ زندہ رہیگی اور وہ قوم زندہ قوم ہوگی جو دعا کو اپنی سپر بنائے رکھے گی۔ کیونکہ پہلے منعم علیہم کے برکات نازل ہونیکی دعا سکھائی اور آخر میں خاتمہ بالخیر کے لئے سکھایا کہ خدا تعالیٰ کی راہوں کے دشمن خناس سے بچا۔ ایسا عظیم الشان مسئلہ اسوقت بالکل ایسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی تائیدات متکاثرہ ہوں اس مسیح موعود پر کہ جسنے اس مسئلہ کو زندہ کیا۔

اسی طرح پر احقاق حق کے لئے کوئی طریق اور راہ اُسنے باقی نہیں چھوڑی۔

باطل کی تردید کے لئے اُس نے کیا کیا یہ بھی چھوٹا سا مضمون نہیں اسلئے مختصراً اتنا کہتا ہوں کہ ایک باطل جسنے حقوق اللہ پر حملہ کرنیکے لئے سارے زور لگائے جسنے اللہ تعالیٰ کی ساری کتابوں اور نبیوں کی بے ادبی کی ہے وہ تثلیثی مذہب ہے جسنے حضرت عیسیٰ کو زندہ اور عرش پر مان کر اور اسکو لعنتی اور خون گرانیوالا تسلیم کرکے انسان کی نجات کا انحصار اس لعنت پر رکھا ہے اور انسانی قویٰ کی بے حرمتی کی ہے۔ بغرض یہ ایک زہریلا کوڑا ہے

خطرناک اژدہا ہے جو برابر راستی کا دشمن ہے اور جس نے آدم کی ایڑی کو کاٹا ہے مگر اس آدم ثانی نے اسکی زہر سے بھری کچلیوں کو نکال ڈالا ہے اور آدم اول کا انتقام آخری جنگ میں جو اس نخاش سے ہوئی لے لیا ہے۔ اب آئندہ اسے قدرت نہ ہوگی کہ وہ اپنے زہریلے دانت راستی پر مار سکے۔ اے عزیزو! اگر تمہیں معلوم ہو کہ کس طرح پر اس کا سر کچلا گیا ہے تو تم قدوس قدوس کہہ کر سجدوں میں گر جاؤ۔ میں مختصر بتاتا ہوں کہ سب سے بڑا حملہ اس نے مسیح کی موت کے ذریعہ کیا ہے کہ اگر وہ مر گیا تو خدا نہیں۔ اور پھر جس طرح پر مرا ہے اسکے ثبوت سے عیسائی نجات کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے اور کوئی حقیقت اسکی باقی رہتی ہی نہیں۔ احمق نادان مسلمان چلاتے ہیں اور عیسائیوں کی حمایت کیلئے چیختے ہیں کہ زندہ ہے مگر قرآن شریف اسے مار چکا چھوڑتا ہے جو کہتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر سچا نبی ہے اور قرآن اگر سچی کتاب ہے اور ضرور ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ مسیح مر گیا۔ خدا کے صفوں ہوں اس مسیح موعود پر جسے کسر صلیب کیلئے بھیجا گیا۔ برابر اس مسئلہ کو لیکر دلائل اور زور دیا اور یہاں تک کہ اس قبر تک پہنچا دیا جس میں مریم کا بیٹا جو خدا بنایا گیا ہے مرا پڑا ہوا ہے۔ تم دیکھو گے کہ جب خدا تعالیٰ نے اس تبلیغ کو کامل کر دیا تو کسر صلیب ہوگیا اور خدا کا جلال ظاہر ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا نشان ظاہر ہوگیا۔ اور اسی ایک مسئلہ سے باطل کا سر کچلا گیا۔ اب غور سے دیکھو کہ کیا یہ وہی نہیں ہے جسکے لئے کہا گیا تھا لیظہرہ علی الدین کلہ۔ لاریب یہ وہی برگزیدہ موعود ہے جیسے بادل سے پہلے ٹھنڈی ہوا آنے لگتی ہے اب سارے یورپ میں ہوا چل رہی ہے قیصر جرمن بول اٹھا ہے کہ حماقت ہے انسان کو خدا بنانا! انگلستان چیخ اٹھا ہے کہ عیسائی مذہب کی اصلاح کر لی جاوے۔

اب چاروں طرف سے اس قسم کی ہوا چل رہی ہے۔

برکات اللہ علیک وصلوات علیک ایہا المسیح

خدا کے حضور ہماری جماعت کو چاہئے کہ سجدے میں پڑی رہے اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے دن آگئے احمدی قوم! خدا کا تجھ پر بڑا احسان ہے اس لئے بڑے شاکر اور متقی ہو جاؤ تاکہ نعمت بڑھے اور باقی وعدہ پورے ہو دیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین۔

ضرورتیں اسلام کا سبق دے رہی ہیں۔ | امریکہ کے مشہور مہذب شہر شکاگو میں ہر سینچر کو دس سے لیکر ۲۰ تک طلاق کے مقدمات پیش ہوتے ہیں۔ دو منٹ کے سوال و جواب کے بعد جج ہر ایک جوڑے کو ایکدوسرے سے آزاد کر دیتا ہے۔ ولایتی اخبار لکھتے ہیں کہ جسقدر شادیاں ایک سال میں ہوتی ہیں ان میں سے تقریباً آدھی سال کے اندر ہی الگ ہو جاتی ہیں۔ مغربی ممالک کو مسئلہ طلاق کی قدر اب معلوم ہوئی ہے اور ضرورتوں نے انکو عملی طور پر اسلامی تعلیم قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے یہ بھی اسلام کی فتح ہے

دربار شام

(۵ اپریل ۱۹۰۳ء)

کثرت عوارض کی وجہ | ان مختلف امراض و عوارض کا ذکر ہو رہا تھا جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ صرف ایک بیماری ہی انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اسقدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ تا وہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارضات اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں و لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے تاکہ مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے۔ اور خدا سے بے پروا نہ ہو جاوے۔

دشمن کی موت پر شادمانی نہیں | بعض مخالفین کے طاعون سے ہلاک ہونے کی خبر آئی۔ اسپر فرمایا کہ دشمن کی موت سے خوش نہیں ہونا چاہیئے بلکہ عبرت حاصل کرنی چاہیئے ہر ایک شخص کا خدا تعالیٰ سے الگ الگ حساب ہے سو ہر ایک کو اپنے اعمال کی اصلاح اور جانچ پڑتال کرنی چاہیئے دوسرے کی موت تمہارے واسطے عبرت اور ٹھوکر سے بچنے کا باعث ہونی چاہیئے نہ یہ کہ تم ہنسی ٹھٹھے میں بسر کرو اور بھی خدا سے غافل ہو۔

میں نے ایک جگہ توریت میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ اس میں فرماتا ہے کہ ایک وقت ہوتا ہے کہ جب میں ایک قوم کو اپنی قوم بنانا چاہتا ہوں تو اسکے دشمنوں کو ہلاک کر کے اسے خوش کرتا ہوں مگر اسی قوم سے بد اعتنائیوں سے ایک وقت پھر ایسا آجاتا ہے کہ اسکو تباہ کر کے اسکے دشمنوں کو خوش کرتا ہوں۔

اعمال کی دو قسمیں | فرمایا اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں کی نظر میں نیک اور نمازی وغیرہ ہوتے ہیں مگر انکا اندر بدیوں اور گناہوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جنکا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے وہ عند اللہ تقویٰ پر قدم مارنے والے ہوتے ہیں۔ مگر ان دونوں میں سے کامیاب ہونے والے وہی ہوتے ہیں جو عند اللہ متقی اور خدا کی نظر میں نیک ہوتے ہیں اور انپر خدا راضی ہوتا ہے صرف لاف زنی کام نہیں آسکتی۔

اسوقت دو قوموں کا آپس میں مقابلہ ہے۔ ایک تو ہمارے مخالف ہیں اور دوسری ہماری جماعت اب خدا تعالیٰ دونو کے دلوں کو دیکھتا اور ان کے اعمال سے آگاہ ہے وہی جانتا ہے کہ ہماری جماعت اس کی نگاہ میں کیسی ہے اور دشمن کیسے اور وہ ان سے کہاں تک ناراض ہے پس ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنا حساب خود ٹھیک کرے چاہیئے کہ دوسروں کا ذکر کرتے وقت توبہ سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اپنے اعمال کا خیال ہو کہ کہاں تک ہم خدا کے منشاء کو پورا کرنے والے ہیں یا صرف لاف ہی لاف ہیں ایسی لاف تو موقوف نہیں ہوگی خدا جانے کب تک اسکا عدہ ہے اور اس نے کیا کچھ دکھانا ہے۔ سات سال سے تو ہم برابر دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ فیونا ہوتے رہتے ہیں۔ جاتی ہے اور پیچھے قسم نہیں ہٹاتی جو پہلے کی نسبت شدید ہوتی ہے کرتی پر ہے۔

زمانہ ایسا آیا ہوا ہے کہ لوگ اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں ہزارہا انعامات اور خدا تعالیٰ کے فضل کے نشانات اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے سے تو نفس کو شرم نہ آئی کہ خدا کا بھی حق ادا کرے مگر شائد اس قہری کو دیکھ کر اپنی اصلاح کیطرف متوجہ ہوں۔ افسوس لوگ انعامات و احسانات الٰہیہ سے تو شرمندہ نہ ہوئے۔ اب اس عذاب سے ہی ڈر کر سنور جاویں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ مسلمان کہلا کر مسلمانوں کی اولاد ہو کر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح گالیاں دیتے ہیں جیسے چوہڑے چمار کسی کو نکالا کرتے ہیں اللہ اور رسول سے انکو بجز گالیوں کے اور کوئی تعلق ہی نہیں بڑے گندہ دہن اور پرلے درجے کے عیاش بدمعاش بھنگی چرسی۔ قمار باز وغیرہ ہوتے ہیں۔

اب ایسے لوگوں کو زجر اور توبیخ کے واسطے خدا جوش میں نہ آوے تو کیا کرے۔ خدا غفور بھی ہے وہ شدید العقاب بھی ہے ایسے لوگوں کی اصلاح بلا عذاب اور قہر الٰہی کے نازل ہونے کے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں چونکہ بعض طبائع عذاب ہی سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون جب عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے تو پھر اسکا ٹلنا محال ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنا کام کر کے ہی جاتا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ قبل از نزول عذاب توبہ و استغفار سے وہ عذاب ٹل بھی جایا کرتا ہے۔

گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہو سکتا ہے استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں انکے ثمرات سے خدا محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوہ انسان میں موجود ہیں انکے صدور کا ہی وقت نہ آوے۔ اور اندر ہی اندر وہ جل بھن کر راکھ ہو جاویں یہ وقت بڑے خوف کا ہے۔ اسلئے توبہ و استغفار میں مصروف ہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ اور اہل کتاب مانتے ہیں کہ صدقات و خیرات سے عذاب ٹل جاتا ہے مگر قبل از نزول عذاب اور جب نازل ہو جاتا ہے تو ہرگز نہیں ٹلتا پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ۔ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ

[illegible]

دُعاء و ندا

دعاء اور ندا دو لفظ مرادف ہیں اور اُن کے لغوی معنے پکارنے کے ہیں حضرت زکریا کے حال میں ایک جگہ خدا نے فرمایا وزکریا اذ نادی ربه اور یہ کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ دعاء اور نداء دو مرادف لفظ ہیں خدا کو پکارنا اُس کی طرف متوجہ ہونا اور اسکو حاضر سمجھنا اور اس کے الٰہ اور معبود برحق ہونیکا اقرار کرنا ... پس جو شخص کہ اس طرح پر خدا کو پکارتا ہے خدا اُس کو قبول کرتا ہے۔ قال الله تعالیٰ و قال ربکم ادعونی استجب لکم (آیت ۶۲ - المومن ۴۰) اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون (آیت ۱۸۶ - البقرہ ۲) غرض کہ لفظ دعاء اور ندا میں بہ لحاظ اُس کے حقیقی معنے کے امر مسئول عنہ داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت یہ ہے۔ هنالك دعا زكريا ربه قال رب هب لی من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعاء (آیت ۳۸ - آل عمران ۳) دوسری آیت یہ ہے وزکریا اذ نادی ربه رب لا تذرنی فردا و انت خير الوارثين (آیت ۸۹ - الانبیاء)

بہت جگہ قرآن مجید میں بغیر لفظ دعاء کے سوال کیا گیا ہے اور حاجت چاہی گئی ہے جیسے حضرت ابراہیم نے کہا رب هب لی من الصالحين فبشرنه بغلام حليم (آیت ۹۸ و ۹۹ - الصافات ۳۷) اور سورہ النمل میں جو یہ آیت ہے امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء (آیت ۶۳ - النمل ۲۷) اس میں بھی لفظ دعاء اُنہیں معنوں میں آیا ہے جو اور آیتوں میں آیا ہے اور مسئول عنہ پر بولا نہیں گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اذا دعاه مکذا و کذا

لیکن اگر خدا سے کچھ مانگا جاوے اور سوال کیا جاوے تو اُس حالت میں بھی خدا کی طرف متوجہ ہونا اور اُس کو معبود برحق سمجھنا لازم آتا ہے اور لفظ ندا لفظاً یا معناً اُس پر مقدر رہتا ہے اس لئے دُعاء کا لفظ مسئول عنہ پر بھی بولا جاتا ہے اور لفظ دعا کے معنے الابتهال الی الله بالسؤال کے ہو جاتے ہیں۔ یعنے عاجزی کے ساتھ خدا سے کچھ مانگنے کے اور یہی سبب ہے کہ دعا کو بمعنے اول و بمعنے ثانی عبادت کہا گیا ہے چنانچہ اس آیت میں وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذين يستكبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرين (آیت ۶۲ - المومن ۴۰) عبادت کا لفظ مرادف دُعا کے آیا ہے اس لئے کہ شروع آیت میں ادعونی کا لفظ ہے تو اسکی مناسبت سے یستکبرون کے بعد عن دعائی آتا مگر وہاں عن عبادتی آیا ہے جو کافی ثبوت ہے کہ دعاء اور عبادت مرادف لفظ ہیں۔

اسی آیت کے مطابق دو حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں پہلی حدیث یہ ہے عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدعاء هو العبادة ثم قرأ و قال ربكم ادعونی استجب لكم رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه دوسری حدیث یہ ہے عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدعاء مخ العبادة رواه الترمذی +

عجیب واقعات

نمک کا شہر | ملک پولینڈ (یورپ) میں کیلرگ نام ایک شہر ہے جو زمین کے نشیب میں واقع ہونے کے علاوہ کل کا کل نمک کے پہاڑ میں سے تراشا گیا ہے تین ہزار کے قریب اس شہر کے باشندے ہیں جو سب نمک کی کانوں میں کام کرتے ہیں اور اس شہر کے تمام مکانات اور سب سڑکیں شفاف سفید ہیں اس میں ایک نمک کا گنبد ہے جس پر برقی روشنی ہوتی ہے۔ کوئی متعدی مرض اسجگہ سننے میں نہیں آئی اور باشندے اس شہر کے اکثر بڑی عمر تک پہنچتے ہیں۔

انقلاب | مالابار کا ایک مشہور ڈاکو جرم میں ماخوذ ہوکر حبس دوام کی سزا پاکر کالے پانی بھیجا گیا وہاں سے بھاگ کر وہ مدت تک غائب رہا اب مقام سندیال کا ایک میونسپل کمشنر گرفتار ہوا ہے۔ جو وہی پرانا ڈاکو ہے اُس نے اس عرصہ میں بڑی دولت پیدا کر لی تھی اور اس شہر کا معزز رئیس بن گیا تھا۔ عمر قید سے امیری اور امیری سے جیل عجیب کارخانہ قدرت ہے حقیقت میں یہ انقلاب عبرت بخش ہے۔

زلزلے اور آتش فشانیاں | جزائر غرب الہند میں پھر بعض پہاڑ آتش فشانی کر رہے ہیں اور جزائر سینٹ ونسینٹ اور مارٹینگ پر پھر تباہی آئی ہے باشندے پریشان حال ہیں ادھر یورپ کے آتش فشاں پہاڑوں میں مادہ آتش فشانی جوش میں آیا ہے۔

سکسنی کے مقام کارسروی میں ۲۴ مارچ کو کئی بار زلزلہ محسوس ہوا۔ اٹلی میں کوہ وسوویس کی آتش فشانی ہر دم بڑھ رہی ہے انگلستان کے مقام سٹافورڈشائر اور ڈربی شائر میں بھی ۲۴ مارچ کو زلزلہ آیا بعض جگہ چمنیاں گر پڑیں اور لوگ مکانوں سے نکل کر بازاروں میں بھاگے سینٹ ونسینٹ میں پہاڑ سے پتھر اُڑ اُڑ کر برستے ہیں اور سخت اندھیرا چھایا ہوا ہے باشندے گھبرائے ہوئے ہیں۔ ایسا ہی حال جنوبی امریکہ کے ملک میکسیکو میں ہو رہا ہے۔ باشندے سراسیمہ ہو کر پہاڑوں کو بھاگ گئے

قطب جنوبی کی مہم | جہاز ڈسکوری میں ایک مہم قطب جنوبی کی تحقیقات کے لئے گئی ہے مہم مذکور ۸۰ درجہ عرض بلد تک پہونچی ہے ایک سلسلہ کوہستان قطب کے قریب دریافت ہوا ہے۔ اب تک مہم مذکور کا ایک ملاح بوجہ شدت سرما ہلاک ہوا ہے۔ +

درختوں کا مطب | پیرس میں ایک شفاخانہ جہاں درختوں کا علاج ہوتا ہے جب درخت مرجھانے لگتا ہے تو اسے کھود کر شفاخانہ میں لے آتے ہیں اور وہاں علاج سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ +

انسانی قربانی | معلوم نہیں یہ کہاں تک سچ ہے؟ کہ گنگا کی وادی میں ایک ریاست لبنہر ہے وہاں اب تک انسانی قربانی ہوتی ہے جسے بھونده کہتے ہیں یہ قربانی ایک مہاتما بھبورام کے استھان پر ہوتی ہے۔ +

مذہبی دُنیا پر نظر

مذہبی لاپروائی | لنڈن کے روزانہ اخبار ڈیلی نیوز نے تحقیقات کے بعد ظاہر کیا ہے کہ لنڈن کے باشندگان میں ہر سات میں سے ایک کسی مذہبی جلسے میں شامل ہوتا ہے اگر ہر ایک شخص پر سوالات کئے جاویں تو ممکن نہیں کہ ایک فیصدی سے زیادہ آدمی اپنے آپ کو کھلے طور پر ناستک ظاہر کریں لیکن پچاسی فیصدی آدمی ایسے ہیں جو کبھی بھی کسی مذہبی جلسہ میں شامل نہیں ہوتے انہیں سے ممکن ہے کہ ہزار میں ایک باوجود خداپرست ہونے کے گھر ہی میں اپنی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے لیکن عام طور سے کلام نہیں کہ عملی طور پر یہ سب کے سب ناستک ہونگے +

مذہب کی طرف سے ایسی لاپروائی اور عدم توجہ بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص انتظام معمول کے موافق ہو جو دنیا کو اسکی گم شدہ متاع مذہب پھر واپس لا کر دے اور مذہب کی طرف توجہ پیدا ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کو مسیح موعود کے نام سے بھیجا ہے۔ جو پھر ایمان کو از سر نو زندہ کر رہا ہے۔ +

قمار بازی کی ترقی | انگلستان میں قمار بازی کی یہاں تک ترقی ہے کہ بل کے سبب جنا کو اپنی ایک پبلک تقریر میں اعتراف کرنا پڑا ہے کہ قمار بازی میں بڑے آدمیوں کی وجہ سے ترقی ہو رہی ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب تک جنٹلمین اور لیڈیز اپنے کمروں میں بیٹھ کر بیدھڑک شرطیں بدنے سے باز نہیں آتے اسوقت تک مفلسوں اور غریبوں کی تباہی قمار بازی سے ہوتی رہیگی۔ قمار بازی کا انسداد محض اس طریق سے نہیں ہو سکتا جب تک انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون کی تعلیم نہ بجا وے بغیر اس تعلیم کے ناممکن ہے ان امراض سے یورپ کا شفا پانا۔

دربارِ شام
۳ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

بارہا ہمیں تعجب آتا ہے کہ کیوں یہ لوگ حضرت عیسیٰ سے بیجا محبت کرتے ہیں انھوں نے اُن کا کیا دیکھا تھا جو اُن پر ایسے شیدا ہیں کہ اُنکو خدا ہی بنا دیا ہے۔ ایسے اُنکی محبت میں اندھے ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنکا کلمہ پڑھتے ہیں اُنکی توہین اپنی ہی زبان سے کرتے ہیں۔ توہین کیا ہوتی ہے یہی کہ ایک شخص جس میں اعلیٰ درجہ کے اوصاف ہوں اُنکو نظر انداز کر کے ایک ایسے شخص کو اُس سے بڑھ چڑھ کر متصف بوصاف کیا جاوے جسمیں وہ اوصاف نہیں ہیں۔ تعزیرات میں توہین کی مثال کے نیچے یہ مثال لکھی ہے کہ ایک شخص کہے کہ زید اور بکر نے (جو در حقیقۃ چور تھے) چوری کی ہے مگر عمرو نے جو ایک شریف آدمی ہے اور در حقیقۃ اُسکی کوئی سازش اُس چوری میں نہیں) نے چوری نہیں کی اور نہ ہی اُسکا اسمیں کچھ تعلق ہے تو قانوناً ایسا کہنے والا شخص عمرو کی توہین کرتا ہے اور وہ مجرم قرار دیا جاوے گا اور مستحق سزا ہوگا۔ غرض توہین کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی اتنی تعریف کی جاتی ہے کہ گویا اُنپر جب مصیبت آئی تو خدا کو زمین پر اُن کے بچاؤ کی کوئی راہ نظر نہ آئی اور اُنکو آسمان پر اور پھر بھی دوسرے آسمان پر جا چھپایا۔ بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جب سخت مصائب اور شدائد آئے تو اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ بقول مولویوں کے آپکو بالکل بے مدد اور کس مپرسی میں چھوڑ دیا اور آپ کو ایک غار میں جو آسمان کے مقابل میں جسطرح وہ بلند ہے اسفل میں واقعہ تھی پناہ میں دی۔ غار کی تعریف بھی کیا کہ بچھوؤں سانپوں اور ہر قسم کے موذی حشرات الارض کا گھر تھا۔ بھلا ایسا ہو تو یہ توہین نہیں تو کیا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سرور کائنات فخر الاولین والآخرین۔ اشرف الخلق تو اُمیدوار ہیں کہ ہم لمبی عمر پاویں مگر اُنکو تو صرف تریسٹھ سال کی عمر دیجاتی ہے اور اُن کے مقابل میں حضرت عیسیٰ گویا اب تک زندہ ہیں اور دو ہزار برس کی اُن کی عمر ہو چکی اور اُنکی حالت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ آپ رہتے تو دنیا کی اصلاح کرتے جیسا کہ پہلا تجربہ بتا چکا ہے کہ ضرور ہزاروں کی اصلاح کرتے اگر اور عمر پاتے۔ مگر بالمقابل حضرت عیسیٰ اتنی عمر میں نہ کوئی نیکی کرتے ہیں نہ نماز روزہ نہ زکوٰۃ۔ اور نہ کسیکی اصلاح ہے۔ اُنسے نہ کسیکو نفع ہے اور نہ وہ کسی سے کسی قسم کے ضرر کو دور کر سکتے ہیں۔ نیز پرانا گذشتہ تجربہ بھی اس امر کا شاہد تھا کہ صرف بارہ آدمی مدت کی کوشش سے طیار کیے آخر وہ بھی یوں الگ ہوے کہ کسی نے لعنت کی اور کسی نے تیس روپے کے عوض دشمن کے ہاتھ میں دیدیا۔ پھر مرنیکے بعد جب آنحضرت کی روح آسمان پر گئی تو پھر وہ حریف موجود تھی کہ وہ تو آسمان میں مع جسم عنصری تشریف رکھتے ہیں اور جناب کا جسم ہزاروں من مٹی کے نیچے پڑا ہے اور پھر اسی پر ختم نہیں آخر کار اُنکی اُمتہ میں وہ پھر آوینگے اور چالیس سال تک اُنپر حکومت کرینگے اور ان سے بیعتہ لینگے۔ **بھلا غور تو کرو کہ یہ توہین نہیں تو اور کیا ہے**

پھر بات اور ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن شریف میں یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں تیری اُمتہ میں سے تیری اُمتہ کی اصلاح کے واسطے خلیفے بھیجتا رہوں گا مگر آخر اس وعدہ کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور ایک ایسی قوم میں سے جس کے متعلق اُس نے وعدہ کر لیا ہوا تھا کہ اس قوم پر میرا غضب نازل ہو چکا ہے۔ میں اُنپر کبھی کوئی روحانی اور جسمانی فضل اور نعمت ہرگز نازل نہ کروں گا۔ مگر آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وعدہ خلافی فرما کر اُسے بھیجا اور اپنے قانون کو بھی توڑا۔ کیا یہ کوئی گوارا کر سکتا ہے کہ خدا پر وعدہ خلافی عائد ہو ہرگز نہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد۔

ہماری تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ اُسی عیسیٰ کو اُتار کر کرینگے کیا؟ آخر اُن کے قویٰ تو وہی ہوں گے جو پہلے تھے۔ پہلے کیا کیا تھا جواب کر لیں گے۔ ایک ذلیل سے معدودے چند ایک قوم تھی اُنکی اصلاح بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک دفعہ اُن سے پانسو آدمی مرتد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اگر حضرت موسیٰ کے دوبارہ آنے کی امید رکھتے تو کچھ موزون بھی تھا۔ کیونکہ وہ صاحب عظمت اور جبروت تو تھے۔ اُنمیں شجاعت بھی تھی۔ اب یہ عیسیٰ کے پیچھے پڑے ہوے ہیں پھر مشکل یہ ہے کہ عادت کا جانا محال ہے۔ اُنکو مار کھانے اور بزدلی کی عادت ہو گئی ہوئی تھی وہ اگر دجال سے جنگ کرینگے تو کس طرح سادہ لوح مسلمانوں کی بھی یہ عادت ہو گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی آوینگے۔ لکیر کے فقیر ہیں۔ باپ دادا اور مولوی جو اس بات کی تعلیم دیتے ہوے خواہ قرآن شریف کے مخالف ہی ہو وہ اسی ہوا کی گنگا کیطرح اس اعتقاد کو نہ ترک کرینگے خواہ کوئی دلیل ہو یا نہ ہو

ان لوگوں کو تو اپنے گھر کا حال بھی معلوم نہیں کہ ان کے اس اعتقاد سے اسلام کو کیسا ضعف پہنچایا ہے۔ عیسائی جب کسیکو مرتد کرنے پر آتے ہیں تو یہی حجت پکڑتے ہیں کہ تمھارا نبی مردہ اور ہمارا زندہ اور آسمان پر موجود ہے اب بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون اچھا اور خدا کا پیارا ہے اور یہ نکالکر دکھا دیتے ہیں مسلمانوں ہی کی کتابوں سے اب قریباً ہر ایک فرقہ میں سے الگ الگ ملا جلا کر ۲۹ لاکھ کے قریب آدمی مرتد ہو چکا ہے۔ کیا سید اور کیا پٹھان کیا قریش اور کیا مغل ہر قوم اس وبا میں ہلاک ہوئی ہے۔ ایسے ایسے لوگ جو فخر اسلام کہنے کے مستحق بجانے کے قابل تھے وہ اب بیدین ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور پھر اسی پر ابھی تمام نہیں بلکہ وہ جان سے مال سے عزۃ و آبرو سے عورتوں سے لڑکیوں سے اس امر کیلئے کوشاں ہیں کہ کسطرح دنیا سے اسلام کا نشان مٹا دیں بھلا اگر یہی وہ فتان لوگ نہیں تو اور کون ہوگا۔ اس قوم کا فتنہ تو ان مسلمانوں کے بناوٹی دجال کے فتنہ سے بھی کہیں بڑھ گیا۔ بھلا یہ بتا دیں تو سہی .... اس قوم کی جس کا فتنہ دجال سے بھی زیادہ ہے خبر کہاں دیگئی ہے۔ قرآن شریف نے تو اسی واسطے دجال کا نام نہیں لیا بلکہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہا جس سے مراد یہی قوم نصاریٰ ہے وَلَا الدَّجَّال کیوں نہ کہا۔ اصل امر یہی ہے کہ یہی وہ قوم ہے جس سے تمام انبیا اپنی اپنی اُمتہ کو ڈراتے آئے ہیں۔

ان لوگوں کے خیالات کی بنا احادیث موضوعہ پر ہے جو قرآن شریف کی مہر سے خالی ہیں۔ مگر ہم قرآن شریف کو ان احادیث کی خاطر چھوڑ نہیں سکتے قرآن شریف بہر حال مقدم ہے۔ بھلا قرآن شریف کو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود جمع کیا۔ لکھوایا اور پھر نماز و غیرہ میں بار بار پڑھ کر سُنایا۔ کیا اگر احادیث بھی ویسی ہی ضروری ہیں تو اُنمیں سے بھی کسیکو اسطرح جمع کیا اور بار بار سنایا اور دور کیا ہرگز نہیں اور جب نہیں کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی ہرگز نہیں بلکہ صحیح امر یہی ہے کہ قرآن شریف ہی آپ لائے تھے اور اسی کے جمع کرنے کا آپ کو حکم تھا سو آپنے کر دیا اب احادیث میں سے وہ قابل عمل اور اعتقاد ہے جسپر قرآن شریف کی مہر ہو کہ یہ اسکے خلاف نہیں۔

پھر اسی پر بس نہیں قرآن شریف کہتا ہے کہ عیسیٰ مر گئے اور پھر دوبارہ قیامت تک وہ اس دنیا میں نہیں آئیں گے بلکہ آنے والا اُن کا مثیل اُنکی خو بو لیکر آوے گا جیسا کہ آیت قرآن شریف فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں صاف بیان ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ سیدنا المسیح کی توہین کرتے ہیں بھلا سوچو تو کہ ہم اگر اپنے پیغمبر سے اُن جھوٹے اعتراضات کو جو نافہمی اور کور چشمی سے کر کے مسیح کو آسمان پر زندہ بٹھا کر آنحضرتؐ پر کئے جاتے ہیں اُن کے دور کرنے کے واسطے مسیح ؑ کی اصلی حقیقت کا اظہار نہ کریں تو کیا کریں۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں بلکہ مر گئے ہیں جیسے دوسرے انبیاء بھی مر گئے ہیں۔ تو ان لوگوں کے نزدیک تو یہ بھی ایک قسم کی توہین ہوئی + ہم تو خدا کے بلائے بولتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمان پر کہتے ہیں۔ افترا کرنا تو ہمیں آتا نہیں۔ اور نہ ہی افترا خدا کو پیارا ہے۔

اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس طرح آنحضرتؐ کی کسر شان اور ہتک کی گئی ضرور ہے کہ اس کا بدلہ لیا جاوے اور آنحضرتؐ کے نور اور جلال کو دوبارہ از سر نو تازہ و شاداب کر کے دکھایا جاوے اور یہ اس مسیح کے بُت کی ٹوٹنے اور اس کی موت کے ثابت ہونے میں ہے۔ پس ہم خدا کے منشاء اور ارادے کے مطابق کرتے ہیں۔ اب ان کی لڑائی ہم سے نہیں بلکہ خدا سے ہے +

ان لوگوں نے تو حضرت مسیح ؑ کو خاصہ خدا بنایا ہوا ہے اور پھر کہلاتے ہیں موحد ان کا اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہے۔ قائم ہے۔ علی السماء خالق۔ رازق غیب دان محیی ممیت ہے۔ بھلا اب بتاؤ کہ اگر یہ صفات خدا کی نہیں تو کس کی ہیں۔ بشریت تو ان صفات کی حامل ہو سکتی ہیں۔ خدائی میں فرق ہی کیا رہا + یہ تو عیسائیوں کو مدد دے رہے ہیں۔ پورے نہیں نیم عیسائی تو ضرور اگر ہم ان کے عقائد ردیہ کی تردید نہ کریں تو کیا کریں پھر ہمیں ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ اسلام آنحضرتؐ خدا کیطرف سے پاک نبی اور قرآن شریف خدا کا کلام برحق ہیں۔ اور حضرت مسیح زندہ نہیں بلکہ مر کر کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہیں + یہی سچا عقیدہ ہے۔

ایک صاحب نے یہ سوال کیا کہ جو لوگ ایک ہی دفعہ تین طلاق لکھہ دیتے ہیں اُن کی وہ طلاق جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ قرآن شریف کے فرمودہ کی رو سے تین طلاق دی گئی ہوں اور اُن میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا ہی وقفہ رکھا گیا جو قرآن شریف نے بتایا ہے تو ان تینوں کی عدت کے گزرنے کے بعد اس خاوند کا کوئی تعلق اس بیوی سے نہیں رہتا ہاں اگر کوئی اور شخص اس عورت سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرے اور پھر اتفاقاً وہ اُس کو طلاق دیدے تو اُس خاوند اول کو جائز ہے کہ اُس بیوی سے نکاح کر لے۔ مگر اگر دوسرا خاوند خاوند اول کی خاطر سے یا لحاظ سے اُس بیوی کو طلاق دے کہ تا وہ پہلا خاوند اُس سے نکاح کر لے تو یہ حلالہ ہوتا ہے۔ اور یہ حرام ہے +

لیکن اگر تین طلاق ایک ہی وقت میں دی گئی ہوں تو اُس خاوند کو یہ فائدہ دیا گیا ہے کہ وہ عدت کے گزرنے کے بعد بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ طلاق ناجائز طلاق تھا اور اللہ و رسول کے فرمان کے موافق نہ دیا گیا تھا۔

دراصل قرآن شریف میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ امر نہایت ہی ناگوار ہے کہ پرانے تعلقات والے خاوند اور بیوی آپس کے تعلقات کو چھوڑ کر الگ الگ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے طلاق کے واسطے بڑے بڑے شرائط لگائے ہیں۔ وقفہ کے بعد تین طلاق کا دینا اور ان کا ایک ہی جگہ رہنا وغیرہ۔ یہ امور سب اسواسطے ہیں کہ شاید کسی وقت اُن کے دلی رنج دُور ہو کر آپس میں صلح ہو جاوے +

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کبھی کوئی قریبی رشتہ دار وغیرہ آپس میں لڑائی کرتے ہیں اور تازے جوش کی وقت میں حکام کے پاس عرضی پرچے لیکر آتے ہیں تو آخر دانا حکام اُسوقت اُن کو کہہ دیتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے بعد آنا۔ اصل غرض انکی صرف یہی ہوتی ہے کہ یہ آپس میں صلح کر لیں گے اور اُن کے یہ جوش فرو ہونگے تو پھر انکی مخالفت باقی نہ رہیگی اسی واسطے وہ اسوقت اُن کی وہ درخواست لینا مصلحت کے خلاف جانتے ہیں +

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی مرد اور عورت کی الگ ہونیکے واسطے ایک کافی موقعہ رکھدیا ہے۔ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ طرفین کو اپنی بھلائی بُرائی کے سوچنے کا موقع مل سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے الطلاق مرتن۔ یعنی دو دفعہ کی طلاق ہونے کے بعد یا اُسے اچھی طرح سے رکھہ لیا جاوے یا احسان سے جدا کر دیا جاوے۔ اگر اتنے لمبے عرصے میں بھی انکی آپسمیں صلح نہیں ہوتی تو پھر ممکن نہیں کہ وہ اصلاح پذیر ہیں + ایک صاحب نے سوال کیا کہ وتر کسطرح پڑھنے چاہئیں۔ ایک اکیلا بھی جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ اکیلا وتر تو ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ وتر تین ہیں۔ خواہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر تیسری رکعت پڑھ لو خواہ تینوں ایک ہی سلام سے درمیان میں التحیات بیٹھکر پڑھ لو۔ ایک وتر ٹھیک نہیں +

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور مخالفوں سے جو ہمیں اور حضور کو سخت گالی گلوچ نکالتے ہیں اور سخت سُست کہتے ہیں اُن سے السلام علیکم لینا جائز ہے یا نہیں + فرمایا مومن بڑا غیرت مند ہوتا ہے۔ کیا غیرت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ تو گالیاں دیں اور تم اُن سے السلام علیکم کرو ہاں البتہ خرید فروخت جائز ہے اسمیں حرج نہیں کیونکہ قیمت دینی اور مال لینا کسی کا اسمیں احسان نہیں +

ہمیں کئی بار اس آیت کی طرف توجہ ہوئی ہے اور اسمیں سوچتے ہیں کہ من کل حدب ینسلون۔ اس کا ایک تو یہ مطلب ہے کہ ساری سلطنتیں ریاستیں اور حکومتیں ان سب کو یہ اپنے زیر کر لیں گے۔ اور کسی کو ان کے مقابلے کی تاب نہ ہوگی۔

دوسرے معنے یہ ہیں کہ حدب کے معنے ہیں بلندی۔ ینسل کے معنے ہیں دوڑنا یعنی بلندی پر سے دوڑ جاویں گے۔ کل عمومیت کے معنے رکھتا ہے یعنی ہر قسم کی بلندی کو کود جاویں گے۔ بلندی پر چڑہنا قوت اور جرأت کو چاہتا ہے۔ نہایت بڑی بھاری اور آخری بلندی مذہب کی بلندی ہوتی ہے۔ سارے زنجیروں کو انسان توڑ سکتا ہے مگر رسم اور مذہب کی ایک ایسی زنجیر ہوتی ہے کہ اُسکو کوئی ہمت والا ہی توڑ سکتا ہے۔ سو ہمیں اس ربط سے یہ بھی ایک بشارت معلوم ہوتی ہے کہ وہ آخر کار اس مذہب اور رسم کی بلندی کو اپنی آزادی اور جرأت سے پھلانگ جاوینگے۔ اور آخر کار اسلام میں داخل ہوتی جاوینگے اور یہی ضآل کے لفظ سے بھی ٹپکتا ہے اور اس امر کی بنیادی اینٹ قیصر جرمن نے چند دن ہوئے اپنا عقیدہ عیسویت کے متعلق ظاہر کر کے رکھدی ہے +

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال کانا ہوگا ایک آنکھہ بالکل نہ ہوگی اور دوسری میں پھلی ہوگا۔ یہ ایک نہایت باریک استعارہ ہے یعنی اُس کی ایک آنکھہ (قرآن کی آنکھ) تو بالکل نہ ہوگی۔ اسطرف سے تو وہ بالکل اندھا اور قولیت ہوگا اور دوسری توریت والی سو وہ بھی کانی ہوگی اسمیں بھی پھلی ہوگا یعنی اسکی تعلیم پر بھی پورے طور سے کاربند نہ ہونگے۔ چنانچہ واقع نے کیسا صاف بتا دیا ہے کہ یہ اسی طرح ہے۔ اور آنحضرتؐ کی پیشگوئی کیسی صاف طور سے پوری ہوئی ہے۔

عیسویت کے ابطال کے واسطے تو ایک دانا آدمی کیلئے یہی کافی ہے کہ ان کے اس عقیدے پر نظر کرے کہ خدا مر گیا ہے۔ بھلا کوئی سوچے کہ کبھی خدا بھی مرا کرتا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ خدا کا روح نہیں بلکہ جسم مرا تھا تو اُن کا کفارہ باطل جاتا ہے +

دربار شام

۴۔ اپریل۔ ۱۹۰۳ء

طاعون کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ ایک عرب صاحب تو وارد تھے اُنہوں نے قرآن شریف سُنایا۔ اُس کی لذت اور رقت کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دنیا میں ہزاروں لذتیں ہیں مگر رقت جیسی کوئی بھی لذت نہیں۔ یہی ہے جس سے نماز اور عبادت کا مزہ آتا ہے اور پھر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور عالم اخبارات

پائونیر۔ قیصر جرمن اور حضرت مسیح موعودؑ

الہ آباد کا مشہور و معروف اخبار پائونیر ۱۴۔ مارچ ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں قیصر جرمن کے مذہب پر رائے زنی کرتا ہوا حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک عجیب ریمارک کرتا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اس نوٹ کو دیتے ہوئے ہم اس امر کے اظہار سے نہیں رک سکتے کہ حضرت حجۃ اللہ کی دعاوی کی صداقت اور آپ کی بعثت کی اصل غرض کو عیسائی دنیا نے تو سمجھ لیا مگر افسوس ہمارے مخالف مسلمانوں پر کہ وہ اب تک فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا کے مصداق ہو رہے ہیں۔ ہم نے الحکم کے ایک نوٹ میں ظاہر کیا ہے کہ جب کوئی مامور دنیا میں آتا ہے۔ تو چونکہ اسکے ساتھ ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اس لئے غیر معمولی جوش اور تحریک مذہب کی شروع ہو جاتی ہے ایسا ہی اسوقت یہی ہو رہا ہے۔ اور یہ انتشار روحانیت حضرت مسیح موعود ہی کی وجہ سے ہو رہا ہے اب ہم اس نوٹ کو درج کرتے ہیں۔

حال میں ایمپرر ولیم قیصر جرمن نے اپنے عقاید مذہبی کے متعلق ایک عجیب اشتہار دیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ الہام دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معمولی دنیا داروں کے طرز کے الہامات ہوتے ہیں جیسے موسیٰ (بادشاہ یہود) شارلیمن۔ کینٹ اور میرے دادا ولیم اعظم کو ہوا کرتے تھے اور دوسرے وہ اعلیٰ درجہ کے الہامات ہوتے ہیں جو بالکل مذہبی امور کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں جہانتک ہم سمجھ سکتے ہیں قیصر جرمن قسم اول کے الہامات سے بڑھکر کسی بات کا مدعی نہیں ہوا ہے لیکن اس کی نسبت تو ہم ہندوستان میں اچھے رہے کیونکہ ہمارے یہاں سردار قادیان ہے جس نے ڈاکٹر ڈوئی اور بشپ ویلڈن دونوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی کو طاقت ہے تو میرے مسیح موعود ہونے کو غلط ثابت کرے۔ لیکن مماثلت اسی پر ختم ہے کہ لفظ الہام دونو طرف پایا جاتا ہے ورنہ بڑا فرق ہے اسلئے کہ سردار قادیان چھپ کر نہیں رہتا اُسنے ہمیں اپنا فوٹو بھی دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ تصویر اس موعود کی مبارک شکل دکھاتی ہے جسکے انتظار میں کروڑہا انسان گذر گئے۔ ظاہر ہے کہ قادیانی اس خواہش میں ہے کہ عیسائی اپنا مذہب چھوڑ کر اُن کے مریدوں میں آ شامل ہوں انہوں نے دین عیسوی کے عین کونے کے پتھر پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اس (عیسائی) دین کا بانی اس طرح فوت نہیں ہوا جسطرح کہ عموماً مانا جاتا ہے بلکہ اُس نے کشمیر کی طرف سفر کیا تھا اور سرینگر میں اپنی سکونت اختیار کی تھی جہانکہ وہ عیسیٰ صاحب کے نام سے مشہور تھا۔ اس امر کے ثبوت میں انہوں نے قبر کی تصویر دی ہے جو سرینگر کے محلہ خان یار میں واقع ہے اور کسی قدر سرسری طور پر قدیم کتب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اگر ہم ایک لحظہ کے لئے کافر کہہ لیں تو ہم خوشی سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جرمنی میں جو کچھ کیا گیا ہے اسکی نسبت زمیش قادیان بہت زیادہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق اور روحانی منہاج نبوۃ پر واقع ہے اور ان کا فونوگراف کا استعمال کرنا ظاہر کرتا ہے کہ انگریزی سائنس والوں کیطرح وہ زمانہ کی روش و روان سے خوب آگاہ ہیں۔

قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند

پچھلے ہفتہ جو اعلان ہم نے چھ سات مہینے میں قرآن شریف ختم کرانے کا شائع کیا گیا ہے۔ اُس کے متعلق شیخ عبدالرحمن صاحب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ

۱۔ ایک وقت میں بارہ سے زیادہ طالب علم نہ لئے جاویں گے ان طالب علموں کو کم از کم چھ ماہ تک ان کے پاس رہنا ہوگا۔

۲۔ فیس ماہوار پانچ روپیہ فی لڑکا لی جاویگی ہاں اگر ایک ہی شخص کے دو بیٹے ہونگے تو ایک کے ساتھ خاص رعایت ہوگی۔

۳۔ باہر سے جو لڑکے آئینگے اُن کے رہنے کیلئے ہم اپنے پاس انتظام کرینگے۔

۴۔ جو لڑکے میعاد مقررہ کے اندر قرآن شریف ختم نہ کرنا چاہیں اُن کی درخواستوں پر بعد میں غور ہوگی۔ پہلے ان لڑکوں کو لیا جاوے گا۔ جو مقررہ عرصہ کے اندر قرآن ختم کرنا چاہیں۔

۵۔ اگر ایسے لڑکے پہلے داخل ہو جاویں گے تو بعد میں اختیار رہوگا کہ عدم گنجائش کی وجہ سے انکو الگ کر دیا

محکمہ مردم شماری کی غلطی کا اعتراف

ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں جو چٹھی اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محکمہ مردم شماری کی رپورٹ کی اس غلطی کے متعلق بھیجی تھی جو اس نے آپ کی تبلیغ کے متعلق گورداسپور گزیٹیر کی بنا پر کہائی تھی کہ معاذ اللہ مرزا صاحب کا پہلا کام چوڑہوں کو تبلیغ تھی۔ اس خطرناک اور مزیل حیثیت ریمارک پنجاب گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی تھی اور ہم خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ اس پر مناسب نوٹس لیا۔ لاٹ صاحب بہادر نے افسوس کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ اس قسم کی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔

ہم پنجاب گورنمنٹ کے شکر گذار ہیں کہ اُس نے ملک کو ایک خطرناک مغالطہ سے بچانے کے لئے اپنے فرض کو ادا کیا ہم اُمید کرتے ہیں کہ جسقدر جلد ممکن ہوگا اس کی اصلاح شائع کیجاوے گی۔

عربی بول چال ۔ عربی زبان میں کلام کرنے کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔ قیمت ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک۔ دفتر اخبار الحکم یا حکیم فضل الدین صاحب سے مل سکتی ہے۔

البشریٰ

ہم نہایت مسرت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ البشریٰ کیلئے درخواستیں آنی شروع ہو گئی ہیں ایک ہی ہفتہ کے اندر پچیس درخواستوں کا آجانا کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے اور اسی انداز سے اگر درخواستوں کا سلسلہ جاری رہا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ مئی ۱۹۰۳ء میں البشریٰ کا پہلا نمبر غالباً شائع کرنے کے قابل ہو سکینگے اس وقت مسلمانوں نے اپنی مذہبی اور قومی زبان عربی کو جو ام الالسنہ ہے بالکل چھوڑ دیا ہے اور بعض مسلمان خود کوشش کر رہے ہیں کہ اس زبان کو چھوڑ دیا جائے۔ ایسی حالت میں ہماری قوم کو احیاء قرآن اور احیاء اسلام کا عشق رکھتے ہوئے کسقدر ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کا مذاق پیدا کریں جس کیلئے ہم نے یہ رسالہ جاری کرنا چاہا ہے۔ بلاد اسلامیہ میں حضرت حجۃ اللہ کی تبلیغ کو پہنچانے کے آرزومند اور اس ثواب میں شریک ہونے کے خواہشمند بہت جلد اس رسالہ کی درخواستیں بھیجکر ہمیں اس قابل بنانیکی فکر کریں کہ یہ جاری ہو جاوے۔ اگرچہ تین سو درخواستوں کے آنے پر ہم نے اس کا اجرا موقوف رکھا ہے۔ لیکن اپنے دل میں خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرکے اس کا اعلان شائع کرتے وقت یہ عزم کر لیا تھا کہ اگر ایک بھی اُسکا خریدار نہ ہوگا تو بھی ہم کم از کم ایک سال تک اسکو چلانے کیلئے کوشش کرینگے مگر خدا کا شکر ہے کہ حضرت حکیم الامۃ کی خریداری کے ساتھ ہی درخواستیں آنی شروع ہو گئی ہیں خریداران الحکم میں سے جن بزرگوں کی درخواستیں ابھی تک نہیں آئی ہیں ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد اپنی درخواستیں بھیجدیں "

بعض درخواستوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ہم قیمت عنقریب بھیجدینگے ایسے بزرگوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جب تک ہم قیمت کے بھیجنے کا کوئی اعلان نہ کریں قیمت نہ بھیجی جاوے۔

تفسیر القرآن

تفسیر القرآن کی مستقل اشاعت کے خریدار وقتی حسبِ منشا امید اور توقع سے بڑھ کر آرہی ہیں یہ اکثر دریافت کیا جاتا ہے کہ سال میں کسقدر تفسیر ملے گی۔ ہم یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتے مگر امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ العزیز زیادہ سے زیادہ چار سپارہ اور کم از کم ۳ سپارہ پورے ہو جائیں گے

حائری لاہوری صاحب کی منطق

صفحہ نمبر ۴ تبصرہ

مولوی صاحب حضرۃ اقدس کے اس الہامی فقرہ پر جرح کرتے ہیں کہ (انی بایعتک بایعنی ربی انت منی بمنزلۃ اولادی) مرزا صاحب نے اس الہام کی رو سے ابن اللہ ہونیکا دعوی کیا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ کجا یہ فقرات الہامی اور کجا ابن اللہ ہونیکا دعوی۔ مولانا صاحب نے حاشیہ کے نوٹ پر جو کلمہ اولادی پر لکھا ہوا تھا اگر تدبر کیا ہوتا تو ایسی صریح غلطی نہ کرتے رسالہ دافع البلا کے دیکھنے والوں پر مولوی صاحب کی خوش فہمی کا پردہ فاش ہوگیا اور حق طبعیں تاڑ گئیں کہ واقعی مولوی صاحب فخر المتکلمین اور تاج الشیعہ ہیں کیونکہ انھوں نے اصلی مطلب کو نسمجھکر یا عمدًا حق سے چشم پوشی کرکے حضرت اقدس پر یہ اتہام لگایا ہے مرزا صاحب کلمہ اولادی پر یہ نوٹ لکھتے ہیں (یاد رہے کہ خداتعالے بیٹوں سے پاک ہے نہ اسکا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسیکو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اسجگہ از قبیل مجاز اور استعارہ ہے۔ خداتعالے نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیہم ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللہ کے قل یا عبادی بھی کہا اور یہ بھی فرمایا فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھکر ایمان لاؤ اور اسکی کیفیت میں دخل مت دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اُسکے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہوجاؤ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ واحد والخیر کلہ فی القرآن انتہی قولہ سلمہ) اے اہل بصیرۃ اب بعد اس قدر واضح تشریح کے بھی کوئی ذی شعور کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے ابن اللہ ہونیکا دعوی کیا ہے ہاں اگر مولوی صاحب جیسے منطق دان باوجود اسقدر وضاحت کے بھی معترض ہوں تو جائے شکوہ نہیں چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد۔ مولوی صاحب نے اس مثال کو (سخن فہمی عالم بالا معلوم شد) صادق کرکے بتلایا جناب من آپنے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول کہ تعریف المرء علی النفس قبیح تو کل نقل کردیا۔ مگر انا کلام اللہ الناطق وھذا کلام اللہ الصامت بھول گیا کیا یہ بھی تعلی اور خودستائی پر دال ہے اور الہامی نہیں کیا۔ سلونی قبل ان تفقدونی بھی شیخیت اور خواہش نفسانی کا نکلا ہؤا فقرہ ہے۔ افسوس آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے اقتدا کا زبانی مدعی ہونا اور نسبت ائمہ سے اسقدر ناواقف ہونا خود ماننا اور اپنی تصنیفات میں لکھنا کہ ائمہ علیہم السلام کے اقوال ظہور اور بطون پر مشتمل ہوتے ہیں اور وقت پر اُسکو بھول جانا ائمہ دین ہمیشہ علماء ظہور اور کٹ ملاؤں کے نشانہ ملامت رہے کوئی امام وقت ایسے اعتراضوں سے نہیں بچا اور نہ کوئی نبی اور مامور اس سے مستثنیٰ رہا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو کہا گیا کہ العیاذ باللہ یہ یہودیوں کی سی باتیں کرتا ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام کی نسبت کہا کہ یہ شخص ایسی باتیں بناتا ہے جسکو ہم نہیں سمجھ سکتے اور اپنی غیب دانی کا مدعی ہے غرضیکہ ہمارے اول المسلمین کو مجنون اور اُنکے کلام پاک کو دیوانوں کی بڑ قرار دیا گیا تو اور کس کس کا ذکر کریں پناہ بخدا ایسے علمائے جہلا سے کیا شکوہ ہے مولوی جی کہاں مرزا صاحب نے خدا کیطرف حقیقتًا اپنی ولدیت کی نسبت کی ہے جسپر آپ جائز اور ناجائز کا فتوی لگانے لگے مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ یہ فقرہ اسجگہ از قبیل مجاز و استعارہ ہے۔ اور متشابہات کے رنگ میں ہے اور اسکی تشریح کم فہم علماء کے لئے بھی کردی یقین رکھو خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے پھر آپ کی منطق بیکار سے فائدہ کیا اور اذا تولد الحادث الا من حادث سے اپنی علمیت کا رنگ جمانا اور حادث اور قدیم کا اُسپر حاشیہ چڑھانا سراسر نادانی اور تحکم ہے۔ مجازی ولد ہونیکا دعوی بھی اس کلمہ سے کہ دیر حضرۃ اسجگہ قبیل مجاز یا استعارہ میں ہے آپکا اختیار و استنباط ہے زہے خوش گفت است سعدی در زلیخا!

مولوی جی حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اس فقرہ الہامی میں استعارہ ہے قرب و منزلت پر جو خدا اور اسکی مامور میں ہوتی ہے اور جو کینہ اور طمانینت اور تسلی اور تشفی دلانے والے الفاظ الہامات کے دونوں خدا کے جانب سے نازل ہوتے ہیں اور وہ متشابہات کے رنگ میں ہی ہوتے ہیں اُنمیں اکثر اسی قسم کے مجاز اور استعارہ کا رنگ پایا جاتا ہے۔ دیکھو ید اللہ فوق ایدیہم میں رسول کے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ فرمایا اور یہ مجاز اور استعارہ ہے سنا اور کچھ یا بقول آپکے واقعی خدا کا ہی ہاتھ ہمارے جیسا ہے یا رسول اللہ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ بنگیا تھا۔ کیونکہ اگر مجاز اور استعارہ کے رنگ میں اسکو تسلیم نہ کیا جاوے تو آپکے منطق کے مطابق ہاتھ تو حادث چیز کا ہوتا ہے۔ پھر خدا قدیم بھی حادث ہؤا اور اگر ایک ہاتھ ثابت ہؤا تو دوسرا ہاتھ خدا کا علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ہاتھ ہوگا پھر باقی جسم سر اور گردن کا ہونا لامحالہ لابدی ہے اسکو حسین اور بے بے صاحبہ کے اعضاء ظاہری پر قیاس کرلو اور پنجتن پاک علیہم السلام سے مکمل خدا بنا لو دل ماشاد و چشم ما روشن الخ پھر آپکا یہ لکھنا کہ خدا جسم اور جسمانی لوازم سے پاک ہے غلط ہوجاویگا اب دونوں صورتوں میں جونسی صورت اختیار کریں آپکا اختیار ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں تشابہ تامہ ضرور نہیں ہوتے بلکہ جس چیز میں تشابہ بسبیل استعارہ منظور ہوتا ہے وہی مراد لیجاتی ہے جیسے زید کالاسد اب زید کا اسد کی مانند ہر چیز سے مشابہ ہونا لازمی نہیں بلکہ جو چیز اسد میں صفت مخصوص اور ممتاز یعنے دلاوری ہے اس سے استعارہ اور مجاز کے رنگ میں زید کالاسد کا معنے زید بہادر یا شجاع لیا جاتا ہے۔

سنو سنو غور سے سنو قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا گیا (وما رمیت اذ رمیت ولاکن اللہ رمی)۔ کیا آپکے خیال میں خدا نے آکر کنکر اسمیں مارے تھے کنکر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارے تھے اگر مجاز و استعارہ نہ لیا جاوے تو اللہ جلشانہ کا یہ کہنا (ولاکن اللہ رمی) العیاذ باللہ لغو ہؤا کیونکہ خارج میں اسکی تصدیق نہیں ہوسکتی نہ خدا آیا نہ اوسنے کنکر ماری پھر الہامی فقرات ایسی ہے مجاز اور استعارہ کا رنگ اپنے ساتھ رکھتے ہیں جو خدائے حکیم اپنے مرسلوں اور ماموروں کی تسلی اور تشفی کے لئے نازل فرماتا ہے اور چونکہ عمومًا وہ متشابہات کی قسم سے ہوتے ہیں اس لئے ان میں ایک پوشیدہ حکمت مضمر ہوتی ہے جو خدا خود جانتا ہے یا اگر حکمت الہی اسکی مقتضی ہو تو بہ مرسلین کو اسکی تفسیر یا تاویل بتلادیتا ہے اور وہ خود والراسخون فی العلم ہوتے ہیں وہ تو کل من عند اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارے مولوی صاحب الہامی کتابوں سے بھی بہت ناواقف ہیں توراۃ میں بنی اسرائیل کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے حضرت یعقوب کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے پھر واقعی وہ الہامی کلمات اسناد ولد پر دلالت کرتے ہیں اور حضرت یعقوب کو خدا نے بیٹا بنا لیا تھا اور اسرائیل خدا کی حقیقی اولاد تھے یا مجازی (فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم) کیا خدا حاجیوں کا باپ ہوتا ہے خدا کا اپنے ذکر کو ان کے باپ دادوں کی ذکر جیسا فرمانا اور مثال میں بیان کرنا کیا نتیجہ نکالتا ہے۔ مولانا صاحب اپنی منطق کے مطابق اس آیۃ کریمہ میں مشبہ مشبہ بہ کا عمل قایم کرکے ہمکو ذرہ سمجھا دیویں اور اسکی تفسیر کرکے معنے بتلادیں آپکی عنایت ہوگی (یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ) کیا جناب مولا علی المرتضےٰ علیہ السلام خارج میں ہارون بن گئے تھے یا ہارون سے انکی تشابہ تامہ تھی اسی کا نام مجاز اور استعارہ ہے۔ بندہ خدا تم عالم کہلاتی ہو تمکو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنا چاہئے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء قرآن کھولو اور دلیں تدبر کرو چھوڑو زید و عمر کے اقوال کو اور قرآن سے مدد لو خدا کا وعدہ ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا صراط المستقیم کے دعا کو عملًا کرکے تبلاؤ اور خاضع اور خاشع ایسے قرآن میں تدبر کرو اور خدا سے ہدایت کی توفیق مانگو اور کسی امام کی صداقت کے دریافت الحقیق منہاج نبوت پر کرو یہ مت کہو کہ شیخ طوسی اور بابویہ قمی اسطرح لکھ گئے ہیں انکی کلام میں حقیقت کو اب تلاش نہ کرو اپنی نور معرفت جلا دینے کی کوشش کرو

باقی آئندہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و مہتمم چھپکر شائع ہوا